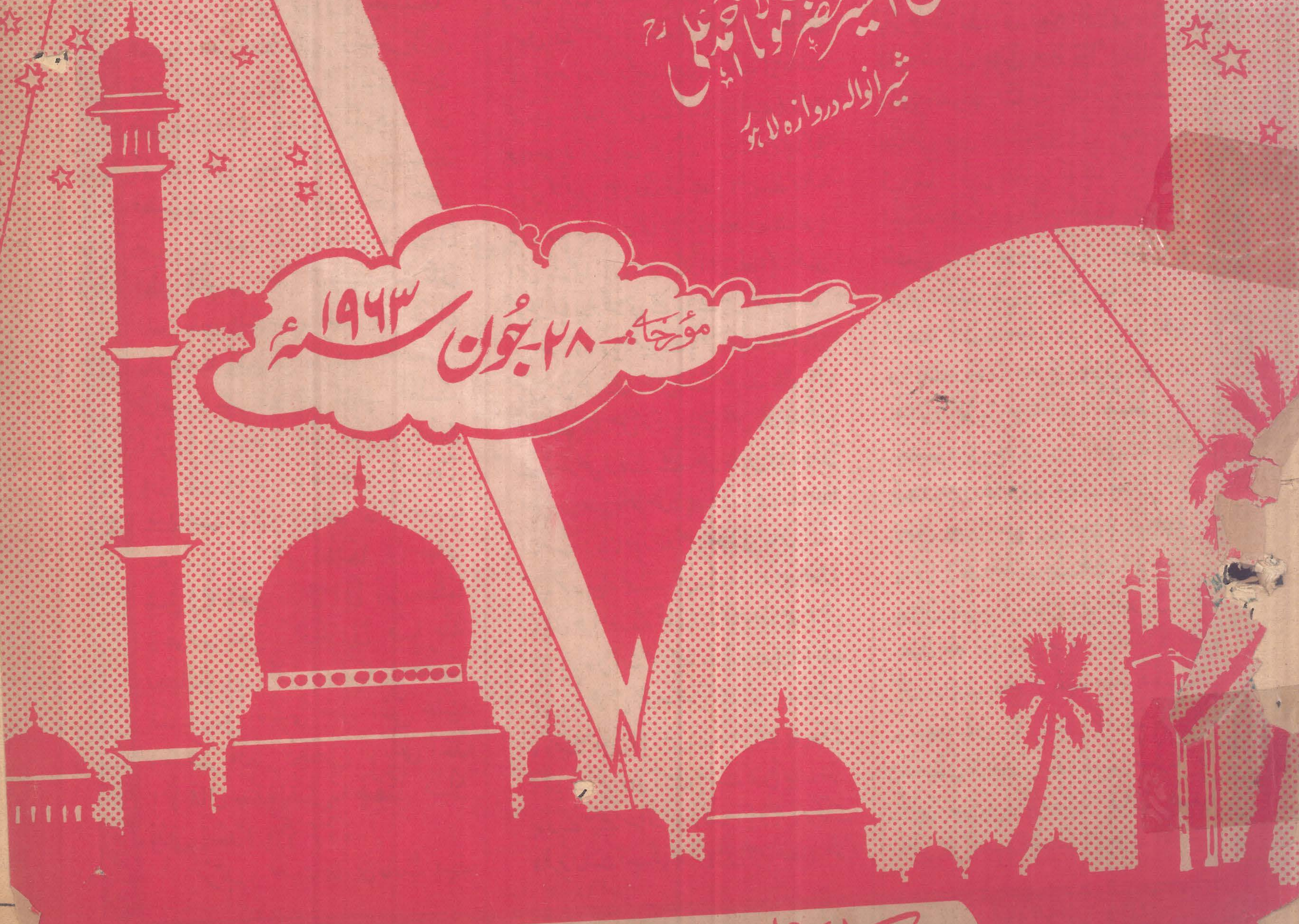
هفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور



احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ يَا أَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِي كَيْفَ صَنَعْتُمَا حِينَ سَرَيْتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا وَمِنَ الْغَدِ حَتّٰى قَامَ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ وَخَلَا الطَّرِيقُ لَا يَمُرُّ فِيهِ أَحَدٌ فَرُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ يَأْتِ عَلَيْهَا الشَّمْسُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا وَسَوَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانًا بِيَدَيَّ يَنَامُ عَلَيْهِ وَبَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً وَقُلْتُ نَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَنَا أَنْفُضُ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ أَنْفُضُ مَا حَوْلَهُ وَإِذَا أَنَا بِرَاعٍ مُقْبِلٍ قُلْتُ أَفِي غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفَتَحْلِبُ قَالَ نَعَمْ فَأَخَذَ شَاةً فَحَلَبَ فِي قَعْبٍ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ وَمَعِي إِدَاوَةٌ حَمَلْتُهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَوِي فِيهَا يَشْرَبُ وَيَتَوَضَّأُ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُ فَوَافَقْتُهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ مِنَ الْمَاءِ عَلَى اللَّبَنِ حَتّٰى بَرَدَ أَسْفَلُهُ فَقُلْتُ اشْرَبْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيلِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا مَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ فَقُلْتُ أُتِينَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ بِهِ فَرَسُهُ إِلٰى بَطْنِهَا فِي جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ إِنِّي أَرَاكُمَا دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللّٰهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَجَا فَجَعَلَ لَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا قَالَ كُفِيتُمْ مَا هٰهُنَا فَلَا يَلْقٰى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازب رضؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوبکر رضؓ سے کہا۔ اے ابوبکرؓ! جب تم رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے چلے تھے تو تم نے کیا کیا۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ (غار سے نکل کر) ہم ساری رات چلے اور دوسرے دن بھی آدھے دن تک سفر کرتے رہے جب دوپہر ہوگئی اور آفتاب ٹھہر گیا اور راستہ (آنے جانے والوں سے) خالی ہوگیا۔ تو ہم کو ایک پتھر نظر آیا بہت لمبا جس کے نیچے سایہ تھا اور آفتاب اس پر نہ آیا تھا (یعنی اس کے گوشوں میں دھوپ نہ تھی) ہم اس کے پاس اُتر پڑے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے ہاتھوں سے ایک جگہ صاف و ہموار کی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو رہیں۔ پھر میں نے پوستین بچھایا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ سو رہیے میں اِدھر اُدھر دیکھتا رہوں گا اور آپؐ کی حفاظت کروں گا رسول اللہ صلعم سو گئے اور میں وہاں سے اُٹھا تاکہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہوں اور آپ کی حفاظت کروں۔ ناگہاں میں نے ایک چرواہے کو دیکھا جو ادھر چلا آرہا تھا میں نے اس سے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دوُدھ ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں ہے۔ میں نے کہا کیا توُ دودھ دوہے گا؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک بکری کو پکڑ لیا اور لکڑی کے پیالے میں تھوڑا سا دودھ دوہ دیا۔ میرے پاس ایک چھاگل تھی جس میں میں نے رسول اللہ صلعم کے لئے پانی بھر رکھا تھا۔ جس کو آپ پیتے بھی تھے اور اس سے وضو بھی فرماتے تھے۔ میں واپس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے۔ میں نے جگانا مناسب نہ جانا اور خود بھی سو رہا۔ یہاں تک کہ آپ خود بیدار ہوئے۔ میں نے دوُدھ میں تھوڑا سا پانی ملایا اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور پھر عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! پیجیے۔ آپؐ نے پی لیا۔ اور میں بہت خوش ہوُا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کیا کوچ کا وقت نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں وقت آگیا۔ چنانچہ دن ڈھلے ہم نے کوچ کیا۔ اور ہمارے پیچھے سراقہ بن مالک آیا (جس کو مکّے کافروں نے آپ کی تلاش میں بھیجا تھا اور سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! دشمن آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سراقہ کے لئے بد دعا کی۔ سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک سراقہ کو لے کر زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا۔ میں جانتا ہوں۔ تم دونوں نے میرے لئے بد دعا کی ہے۔ تم میری نجات و خلاصی کی دعا کرو۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں کفار کو تمہارا پیچھا کرنے سے روک دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی اور وہ نجات پا گیا۔ اور پھر جو شخص سراقہ کو راستہ میں ملا اس سے کہہ دیا تمہارے لئے میرا تجسّس کافی ہے ادھر وُہ شخص نہیں ہے۔ اس شخص کو جو شخص بھی ملا اس کو اس نے یہی کہہ کر واپس کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلٰثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ إِلٰى أَبِيهِ أَوْ إِلٰى أُمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرَئِيلُ آنِفًا أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهْتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْئَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فِيكُمْ قَالُوا إِنَّهُ خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوهُ قَالَ هٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
فون نمبر ٦٧٥٤٥
جلد ١٠ | ۵ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ بمطابق ۲۸ جون ۱۹۶۳ء | شمارہ ۸

اسلامی مشاورتی کونسل کا فریضہ

قومی اسمبلی کے بعض ارکان نے اسلامی مشاورتی کونسل پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ جب مشاورتی کونسل سود اور شراب تک کے معاملہ میں چشم پوشی سے کام لے رہی ہے۔ اور انہیں حرام کہنے میں جھجک محسوس کرتی ہے تو اس مشاورتی کونسل کا آخر فائدہ کیا ہے؟ اور مستقبل میں یہ اسلام کی کیا خدمات سرانجام دے سکے گی۔

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

ہمیں اس تنقید سے کلیتًا اتفاق ہے۔ خدام الدین کے فائل گواہ ہیں۔ کہ مشاورتی کونسل کی تشکیل کے وقت ہی ہم نے اس رائے کا اظہار کر دیا تھا۔ کہ حکومت جن لوگوں کا انتخاب مشاورتی کونسل کے لئے کر رہی ہے اور جو رویہ اس کے انتخاب کے سلسلے میں کارپردازانِ مملکت نے اختیار کیا ہے دونوں غلط ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ سود اور شراب کی حرمت کا معاملہ مشاورتی کونسل کے سامنے پیش ہوا کیا کوئی شخص طاقت یا ادارہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرانے کا حق رکھتا ہے؟ کیا زبانِ نبوت سے صادر شدہ واضح ارشادات کے خلاف کسی مسلمان کو لب کشائی کی جرأت ہو سکتی ہے؟ اور کیا کوئی مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے۔ کہ کل کو مشاورتی کونسل کے سامنے یہ سوالات بھی پیش ہوں کہ آیا خنزیر کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ نماز فرض ہے یا نہیں؟ محرموں سے نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ وغیرہ العیاذ باللہ اگر ان سب سوالات کا جواب نفی میں ہے۔ اور یقینًا نفی میں ہے۔ تو سود اور شراب بھی دو ایسی ہی چیزیں ہیں جن کے حرام ہونے میں کسی مسلمان کو کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، اس کے گواہوں اور اس کے کاتب سب پر لعنت کی ہے اور اس کی ہر شاخ کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الربوا سبعون جزءا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ گناہ سود کا ستروان جز ہے۔ ان میں سے ادنیٰ یہ ہے۔ کہ وہ شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے اور ابن ماجہؒ نے ابن مسعود رضی اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ کہ ان الربو وان کثر فان عاقبتہ تصیر الی قل سود کی بناء پر اگرچہ دولت میں زیادتی ہو جائے مگر انجام کار اس پر فنا طاری ہو گی پھر موجودہ دور میں اس کی قباحتوں کا اندازہ صرف اسی واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ جب لینن نے روس میں سرخ انقلاب برپا کیا تو اس نے بھی اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہ سمجھا کہ سود کو ساری سرخ مملکت میں حرام قرار دیدے۔ رہی حال شراب کا ہے قرآن کریم نے اسے حرام ٹھیرایا، رجس تبلایا، عملِ الشیطان کہا۔ پیغمبر آخرالزمان حکیم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ام الخبائث کا نام دیا۔ دور حاضر کے علم اخلاق کے ماہرین نے اس حقیقت کی تصدیق کی کہ شراب کے استعمال سے اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں اعلیٰ عدالتوں کے ججوں نے اقرار کیا اور حالات و واقعات نے شہادت دی کہ قتل، زنا بالجبر، رہزنی اور دیگر سنگین جرائم اکثر شراب نوشی کی کوکھ سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن کس قدر شرم و ندامت کا مقام اور زمانے کی ستم ظریفی ہے کہ آج ایک اسلامی مملکت میں جو اسلام کے مقدس نام پر معرض وجود میں آئی اور جس کے متعلق عوام کو یہ نعرہ دیا گیا تھا۔ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ" سود اور شراب کی حرمت کے مسائل مشاورتی کونسل میں پیش کئے جا رہے ہیں —— پھر اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز صورت حال یہ ہے کہ مشاورتی کونسل جس کی حیثیت "مجلس استفتاء" کی ہے۔ اور جس کی ذمہ داری یہ ہے۔ کہ وہ کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرے سود اور شراب ایسی صریحی حرام چیزوں کو حرام کہنے سے پس وپیش کر رہی ہے۔ اور اس نے اس .... معاملہ میں ایک طویل عرصہ سے چُپ سادھ رکھی ہے ——

ہمارے نزدیک یہ صورت حالات ایک اسلامی مملکت میں سخت افسوسناک ہے اور اسلام سے شرمناک مذاق کے مرادف —— ہم اپنی معزز حکومت سے اس بارے میں خدا، پیغمبر خدا اور اسلام کے نام پر درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ...... پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے جذبات کا احترام رکھتے ہوئے کوئی مؤثر اقدام کرے اور ان فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے جو خدا، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف سے اس پر عائد ہوتے ہیں ——

آخر میں ہم مشاورتی کونسل کے معزز ارکان سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ محض اس لئے مشاورتی کونسل میں بھرتی کئے گئے ہیں کہ اسلام کے نام پر تنخواہیں تو حاصل کریں مگر اسلام کی نمائندگی کا کوئی حق ادا نہ کریں —— ہمارے خیال سے شائد ایسا نہیں ہے اور یقینًا ایسا نہ ہونا چاہئے تو پھر ہماری طرف سے صرف اسی قدر گزارش ہے کہ کیا سود اور شراب بھی ان معاملات میں سے ہیں۔ جن کے حلال اور حرام ہونے میں کوئی اختلاف ہے۔

اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر وہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول کے قطعی احکام سے قومی اسمبلی، حکومت اور اپنے عوام کو کیوں مطلع نہیں کرتے سود اور شراب ان کے نزدیک بالفرض محال جائز ہیں تو پھر بھی انہیں واشگاف الفاظ میں اس کا اعلان کر دینا چاہئے —— تاکہ حکومت بیچاری یکسو ہو کر اس معاملے میں اپنی کاروائی کر سکے ——

اس نازک مرحلہ میں مشاورتی کونسل کے ارکان پر خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں —— اور وہ ان کے لئے اللہ رب العزت کے حضور جوابدہ ہوں گے —— انہیں چاہئے کہ وہ مصلحتوں کے لبادے اتار کر، صرف خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے بلا لومتہ لائم حق بات کا اعلان کریں۔ اور اپنی پوزیشن کو عنداللہ اور عندالناس خراب ہونے سے بچائیں ——

وما علینا الا البلاغ

نوشہرہ چھاؤنی میں مجلس ذکر

کے عنوان سے پچھلی مرتبہ یہ بات غلط درج ہو گئی ہے۔ کہ مجلس ذکر جمعرات کو ہوتی ہے درحقیقت مجلس ذکر جمعہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد ہوتی ہے۔ قارئین نوشہرہ تصحیح فرمائیں۔

(احمد عبدالرحمن)

خطبہ یوم الجمعہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۱ جون ۱۹۶۳ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

نماز تمام نیکیوں کی جان اور دین کا خلاصہ ہے

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝

(پ ۲ - سورۃ بقرہ ایت ۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے

حاشیہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز

اے ایمان والو (طبیعتوں سے غم ہلکا کرنے کے بارہ میں) صبر اور نماز سے سہارا (اور مدد) حاصل کرو۔ بلاشبہ حق تعالیٰ (ہر طرح سے) صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتے ہیں (اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ تو بدرجہ اولیٰ رہتے ہیں)

ف۔ وجہ یہ ہے کہ نماز سب سے بڑی عبادت ہے جب صبر میں یہ وعدہ ہے تو نماز جو اس سے بڑھ کر ہے۔ اس میں تو بدرجۂ اولیٰ یہ بشارت ہوگی صبر کو تخفیف حزن (غم و ملال کی کمی) میں دخل اور اثر ہونا تو ظاہر اور مشاہد ہے۔ رہا یہ کہ نماز کو اس میں کیا دخل ہے۔ سو اول تو جیسے بعض دوائیاں فاعل بالخاصہ ہوتی ہیں۔ اور تجربہ سے اُس خاصیت کا حکم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر بعض اعمال بھی فاعل بالخاصہ ہوں تو اس میں تعجب کیا ہے۔ چنانچہ نماز جو حضورِ قلب کے ساتھ ہو اس میں جس کا جی چاہے اس خاصیت کا تجربہ کرکے دیکھ لے ـــ مشاہدہ کے بعد سوال ہی کی گنجائش نہ رہے گی ـــ اور اگر مثل ادویہ فاعلہ بالکیفیت کے نماز میں اس اثر کی لِم اور علت ہی تحقیق کرنے کا شوق ہو۔ تو اس کی توجیہہ بھی سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ مدارِ تخفیفِ حزن کا قلب کو دوسری شے کی طرف متوجہ کردینے پر ہے اس سے بہت جی بہل جاتا ہے۔ پس جب نماز میں حضورِ قلب کے ساتھ مشغولی ہوگی۔ اور اس عمل کی تکرار سے وہ واقعۂ غم انگیز خیالات سے غائب اور اس کا اثر ضعیف ہونا شروع ہوگا قرآن عزیز میں ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ وَاِنَّهَا لَکَبِیۡرَۃٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ ۝

ترجمہ۔ اور مدد لو صبر اور نماز سے اور بے شک نماز دشوار ضرور ہے۔ مگر جن کے قلوب میں خشوع ہو ان پر کچھ دشوار نہیں

بزرگوں سے سنا ہے کہ صبر سے حبِ مال و دنیا یعنی مال و دنیا کی محبت کم ہوتی ہے مال صرف اس وجہ سے محبوب ہوتا ہے کہ یہ لذات و شہوات کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے اور جب لذات و شہوات کے ترک کی ہمت باندھ لی جائے یا صبر کی عادت ڈال لی جائے۔ تو نتیجۃً مال محبوب نہ رہے گا نماز سے حبِ جاہ کم ہوتی ہے۔ کیونکہ نماز میں ہر طرح کی پستی اور خاکساری ہی ہے چنانچہ جب یہ عادت پختہ ہوگی۔ تو اس کے ثمرہ میں حبِ جاہ گھٹ جائے گی اس طرح صبر اور صلوٰۃ انسان کو مال و دنیا اور جاہ کی محبت سے بے نیاز کرکے ایمان کی پختگی اور معیتِ خداوندی کا باعث بنینگے

اب صبر میں صرف شہوات کو ترک کرنا ہے اور نماز میں بہت سے افعال کا واقع کرنا ہے۔ تو قاعدہ یہی ہے کہ کسی کام کے ترک کردینے سے کام کا کرنا ہمیشہ دشوار ہوتا ہے۔ اور خصوصیت سے نماز میں تو بہت سی قیود اور پابندیاں بھی اپنے اوپر لازم کرنا پڑتی ہیں۔ اور خیالات کے انتشار سے بچنا ہوتا ہے اس لئے نماز میں دشواری ہوتی ہے ـــ چنانچہ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ دل میں خضوع و خشوع پیدا کیا جائے۔ خشوع و خضوع سے سکونِ قلب پیدا ہوگا۔ اور اللہ سے یکسوئی قائم ہوجائے گی ظاہر ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوسکتا لہٰذا اسے کسی ایک خیال میں مستغرق کردینا بھی اس کا علاج ہی ہے اس طرح دوسرے تمام خیالات و افکار خود فناہ ہوجائیں گے نماز میں آسانی ہوگی،

اللہ کی یاد سکون قلب کا باعث بنے گی۔ اور معیت الٰہی کا احساس و استحضار انسان کو بے پناہ قوت ایمانی، جرأت اور ماسوا اللہ سے بے خوفی کا مالک بنا دے گا ـــ اور حق یہ ہے۔ کہ معیت الٰہی کے احساس و استحضار کے مراقبہ سے بڑھ کر نہ روح کے لیے کوئی لذیذ غذا ہے اور نہ جراحتِ قلب کے لیے کوئی مرہم تسکین ـــ یقین جانئے اہل ایمان کے لیئے یہی ایک تصور ہے جو ہر ناگوار کو خوشگوار ہر مصیبت کو راحت، ہر تلخ کو شیریں، ہر مشکل کو آسان اور ہر زہر کو قند بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ اکابر و اسلاف سے قطع نظر دورِ حاضر کے مغربی مفکرین اور نفسیات کے ماہرین تک نے تعلق باللہ کی راحتوں کو تسلیم کیا اور لکھا ہے کہ قلب کی اداسی، غمگینی اور افسردگی کے وقت تعلق باللہ سے بڑھ کر مونس، رفیق اور دمساز کوئی نہیں ـــ گزشتہ جمعہ میں یہ وضاحت کرچکا ہوں۔ کہ "صبر" ایک جامع لفظ ہے۔ اور اب یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ صلوٰۃ (نماز) چونکہ صبر ہی کی ایک ممتاز، بلند ترین اور انتہائی ترقی یافتہ صورت ہے۔ اس لئے معیّت الٰہی کی جو نعمت صابرین کو ملے گی۔ نمازیوں کو اُن سے بڑھکر نصیب ہوگی

خلاصہ

صبر اور صلوٰہ کا یہ ہے کہ صبر... معاصی سے حفظ و احتیاط اور صلوٰۃ... اوامر الٰہی کے خشوع و خضوع سے اتباع کا نام ہے اور انفرادی اصلاح اور اجتماعی فلاح کا راز انہیں دو چیزوں میں مضمر ہے ـــ

پس

اے برادرانِ اسلام! آپ دنیا میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں جب دل میں کوئی کمزوری آئے تو پھر اسی سرکار کی طرف لوٹ جائیں اور سجدوں میں پڑ کر اُسی سے برکت اور توفیق مانگیں اور اس حقیقت کو کبھی نہ بھولیں۔ کہ اس کی یاد کو دل میں زندہ رکھنے اور نیک کاموں کی توفیق چاہنے کا نام "نماز" ہے نماز کے بغیر شیطان خدا کی یاد بھلا دیتا ہے۔ اور اپنے آرام کے لئے مخلوقِ خدا کا امن لوٹ لینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور فتنہ و فساد کی آگ روشن ہوجاتی ہے۔ لیکن نماز دل کو ایک مرکزی نقطہ پر قائم رکھتی ہے۔ سارے رشتے ناطوں اور نفع و نقصان سے بے نیاز کرکے خدا سے تعلق بڑھانے کا سبب بنتی ہے ـــ اللہ کا ذکر جو ہر عبادت کی جان ہے۔ اس میں انسان کو

شاغل رکھتی ہے اسی میں انسان ہر مرحلہ پر اللہ کی عظمت کا اقرار کرتا ہے، لوٹا لوٹا کر دوہرا دوہرا کر رب العزت کی بڑائی اور بزرگی بیان کرتا۔ اور پکار پکار کر کہتا ہے:۔

اے مشرق و مغرب کے خدا! اے الہ العلمین! تیرے بغیر کون ہے جس کے حضور نیازمندیوں کا تحفہ پیش کیا جائے۔ اے کام و دہن کی سینکڑوں لذتوں کے داتا اور دل کی ہزار کیفیتوں کے پروردگار! تیرے سوا کون ہے جو بندگی کے لائق اور پوجا کے قابل ہو۔ اے تمام جہانوں کے رب! میرا مال، میری اولاد اور جان ہر چیز تیرے حضور حاضر ہے۔ یہ سب تیری ہی چیزیں ہیں ــــ تیری ہی دین ہیں اے داتا! تیری دین کو لوٹا دینا بھی کوئی بڑی شکر گزاری نہیں۔ اے اللہ! میں عاجز یہ سب چیزیں۔ تیری یاد، تیری تعریف، تیری بڑائی کے ساتھ پیش کرتا ہوں ــــ اے اللہ! تو انہیں اپنے فضل سے قبول فرما ــــ میری کوتاہیوں کو نہ دیکھ میری فرو گزاشتوں پہ نظر نہ کر بلکہ اپنے آئینِ کرم کے تحت میری خطاؤں کو اپنے دامنِ رحمت سے ڈھانپ دے کہ بندہ پروری کا یہی تقاضا ہے ــــ

محترم حضرات! ہمارے آقائے کریم جناب رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے۔

الصلوٰۃ عماد الدین من اقامھا فقد اقام الدین ومن ھدمھا فقد ھدم الدین ــــ

نماز دین کا ستون ہے

جس نے اس ستون کو قائم رکھا۔ اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے گرادیا اس نے دین کی کل عمارت کو گرا دیا ــــ

اور یہ اس لئے فرمایا کہ نماز فی الحقیقت پورا اسلام اور جامع عباداتِ اسلام ہے ــــ اس سے یہ لطیف نکتہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ جب نماز جامع عبادات ہے تو گویا نماز کا ادا کرنا گویا اجمالاً ساری عبادات کا ادا کرنا ہے ــــ اور ساتھ ہی تفصیلی ادائیگی کے لئے تیار ہو جانا ہے

نماز جامع عبادات ہے

اگر انسان اسلامی عبادات اور طاعات پر تھوڑا سا غور کرے تو یہ حقیقت اُس کے سامنے آجائے گی کہ عبادات و طاعات سب کی سب نماز میں جمع کر دی گئی ہیں سب سے پہلے روزہ کو لے لیجئے! روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان نیتِ صادق کے ساتھ اللہ کے حکم سے ایک خاص وقت کے لئے کھانے پینے اور عورتوں سے نفع اٹھانے سے بچے نماز میں یہ ساری چیزیں لازم ہیں ــــ اور ان میں سے ہر چیز نماز کو توڑنے اور فاسد کرنے والی ہے ــــ بلکہ نماز کا روزہ تو رمضان کے روزہ سے بھی مکمل ہے۔ کیونکہ روزہ میں صرف تین ہی چیزیں ممنوع ہیں۔ مگر نماز میں ان تین کے علاوہ سلام و کلام، ہنسنا، بولنا، چلنا، پھرنا، عورتوں کو چھو دینا اور عام نقل و حرکت سب ہی ممنوع ہے ــــ یعنی نماز میں ان سب چیزوں کا بھی روزہ ہوتا ہے۔

حج کو لے لیجئے! حج کی حقیقت تعظیم بیت اللہ اور تعظیم حرم محترم ہے۔ سو نماز میں تعظیم بیت اللہ کا یہ مقام ہے۔ کہ استقبال قبلہ شرط صحت صلوٰۃ ہے۔ اس کے بغیر نماز ہو نہیں سکتی۔ اور ظاہر ہے ــــ استقبال قبلہ بھی قبلہ کی اعلیٰ تعظیم ہے۔ پھر جس طرح حرم محترم کی حدود میں رہ کر بحیدِ عرفات یادِ حق میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کے حرم محترم میں رہ کر ذکر الٰہی اور نوافل میں مصروف رہتے ہیں۔

زکوٰۃ کی حقیقت تزکیہ نفس ہے۔ یعنی محبت دنیا سے قلب کو پاک کرنا جس کا بڑا حصہ مال ہے تاکہ محبت حق کے لئے جگہ خالی ہو ــــ اور یہ صبر اور صلوٰۃ کے ذکر میں عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ حبِ جاہ و مال کو دل سے نکالنے والے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو تزکیہ نفس کی روح یہی ہے کہ انسان کا دل ماسوا اللہ سے بیزار ہو جائے اور صرف اللہ جل شانہ' کا ہو رہے۔ اور نماز میں یہ کیفیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے ــــ پھر زکوٰۃ میں اگر مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ تو نماز کے اہتمام کے لئے بھی مسجد کی تعمیر، ضروریات مسجد کی فراہمی اور بعض جگہوں میں پانی تک کی قیمت ادا کرنے کے لئے مصارف کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور نمازی کو اس کا حصہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ اور بعض اوقات زکوٰۃ کے مصارف سے بھی اس کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح نماز میں ہجرت بھی ہے۔ ہجرت کی حقیقت موطنِ طبیعت سے نکل کر موطنِ فطرت پر آنا ہے یعنی معاصی کو ترک کر کے طاعات کی طرف آنا ہے اور اس کی صورت مکان غفلت سے منتقل ہو کر مکانِ طاعت کی طرف چلے جانا ہے۔ اور یہ صورت نماز میں موجود ہے۔ آدمی گھر بار چھوڑ کر بیوت الٰہی میں جا پہنچتا ہے۔ اور حقیقت ہجرت بھی قائم ہے کہ معاصی سے تا ادائے صلوٰۃ تو بچاؤ رہتا ہی ہے۔ پھر خود نماز کی خاصیت بھی معاصی سے بچاتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ اِنَّ الصلوٰۃ تنھی عن الفحشا والمنکر۔

بے شک نماز بدکاریوں اور برے کاموں (معاصی) سے ہٹا دیتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک خوبصورت عورت کا واقعہ ہے۔ کہ وہ پردے کے ساتھ نماز میں جایا کرتی تھی۔ ایک نوجوان اُس پر عاشق ہو گیا۔ عورت نکاح شدہ تھی۔ نوجوان نے جب حد درجہ بے باکی کا ثبوت دیا اور اس عورت سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو عورت نے کہا کہ میں ملنے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چالیس روز تک نماز پڑھ لو ــــ نوجوان نے سمجھا یہ تو بڑی آسان بات ہے۔ چنانچہ وہ ہر روز حضرت عمرؓ کے آنے سے پہلے مسجد میں چلا جاتا تھا۔ نماز سے فراغت کے بعد وہ اس عورت کے مکان سے گزرا کرتا تھا ــــ دس بارہ روز کے بعد اس کے اس طرف گزرنے کے رجحان میں کمی آگئی۔ بیس پچیس روز بعد اس میں بالکل کمی ہو گئی۔ اور بالآخر چالیس روز بعد جب عورت نے پیغام بھیجا تو نوجوان نے جواب دیا کہ اب دل نہیں چاہتا کہ اللہ جل شانہ' سے بھی دل لگاؤں اور نگاہ کسی غیر کی طرف بھی اٹھاؤں جس کا اللہ سے تعلق ہو جائے اُسے کسی غیر سے تعلق کی حاجت نہیں رہتی ــــ عورت نے اپنے خاوند سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا خاوند نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے واقعہ عرض کیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا۔ صدق اللہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔

اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا کہ نماز فحشاء اور منکر سے روکتی ہے ــــ

اور نماز کے ہجرت ہونے کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے۔ آپ نے فرمایا ــــ علیکم بالصلوٰۃ فانھا افضل الجھاد والھجرۃ (نماز کو مضبوط پکڑ لو کہ وہ افضل ترین جہاد اور عمدہ ترین ہجرت ہے ــــ

محترم حضرات! اب اگر اسلامی عبادات و طاعات کی تفصیل اور اجمال پہ غور کیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ پورا دین بڑا اسلام اور نماز چھوٹا اسلام ہے ــــ یہی وجہ ہے کہ سید دو عالم، فخر دو عالم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر جو قصداً تارک صلوٰۃ ہو گیا۔ اس نے کفر کیا۔

پس یہ ساری احادیث ثابت کرتی ہیں۔ کہ نماز فی الحقیقت پورا اسلام اور جامع عبادات اسلام ہے۔ اور اسی لئے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی۔

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

اگر نمازیں پوری ہوئیں۔ تو فرمایا جائیگا۔ کہ اب دوسری عبادتیں تفصیل سے دیکھنے کی ضرورت نہیں اور اگر نمازیں پوری نہ نکلیں تو فرمائیگا کہ اس کی اور عبادتیں بھی پوری نہ ہوں گی۔ لہذا سب کی پڑتال اور چھان بین کی جائے اس کا راز بھی وہی ہے کہ خود نمازیں ساری عبادتوں کے نمونے موجود تھے۔ جب وہ ادھوری رہی تو ساری عبادتیں ادھوری رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں نماز کو اپنی مکمل شکل کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بزرگانِ محترم!

تو اب یہ چیز ثابت ہوگئی کہ نماز دین کا وہ نقشہ ہے جس کے مطابق نیکی اور اطاعت الٰہی کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے — اور اسی نقشہ پر دین کی ساری عمارت کا دارو مدار ہے۔ ساتھ ہی یہ چیز بھی نہ بھولو کہ اس نقشہ کو خدا کے منشا کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا — پس بخدا — جو محل اس کے مطابق تیار ہوگا۔ پختہ اور پائدار ہوگا اور جو اس کے خلاف ہوگا۔ اُس کی کوئی حقیقت نہ ہوگی —

اے میرے عزیز بھائیو! آؤ آج سے ہم عہد کریں کہ نماز کو ہم اپنے پورے لوازمات کے ساتھ اور کملی والے کے مکمل اتباع کے ساتھ باقاعدگی سے ادا کریں گے اور دوسروں کو بھی اس کی پابندی کی تلقین کریں گے۔

بھائیو!

ذرا اس حقیقت پر تو غور کرو۔ کہ نماز عمادِ دین ہے — شوکتِ اسلام ہے۔ اسلام کا خیمہ اسی چوب پر استادہ ہے۔ مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا غلغلہ، خطیبوں اور پیش اماموں کا وجود سب کچھ نماز کے لئے ہے — حفاظِ قرآن کی عزت محرابِ مسجد سے آشکارا ہوتی ہے۔ اور علماءِ دین کی فضیلت مسجد کے منبر سے نمودار ہوتی ہے — نماز ہی ملت اسلامیہ کے اجتماع و تنظیم کی سبق آموز ہے — نماز ہی پابندیٔ اوقات کی خوگر بنانے والی ہے۔ نماز ہی امت کو ایک مرکز پر اکٹھا کرنے والی ہے، نماز ہی اطاعتِ امیر کا سبق پڑھاتی ہے — اور نماز ہی معیارِ خلافت ہے — اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لئے نماز کو معیار ٹھہرایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ان الفاظ کے ساتھ

فرمایا۔ کہ وہ خیر الامت بعد الانبیاء ہیں — انہیں اپنے سامنے امام صلوٰۃ بنایا جو بالآخر ان کے خلیفہ ہونے کی دلیل ثابت ہوئی — اور چنانچہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صدیقؓ کی خلافت پر بیعت ہی یہ کہکر کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارا امام صلوٰۃ بنا کر ہمارا دین ان کے سپرد کر دیا اور اس پر ہم راضی ہوگئے تو ہمیں پھر انہیں دنیا سونپ دینے میں کون مانع ہوسکتا ہے۔

پس

اے برادران اسلام نماز ہی وہ نعمت عظمےٰ ہے۔ جو ہر انسان کو دربار الٰہی میں حاضر ہو سکنے کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی بندے اور رب میں سرگوشی و ہم کلامی کا راز کھول دیتی ہے۔ نماز ہی کُل عبودیت ہے۔ نماز ہی تکمیل انسانیت ہے — نماز ہی عادات سیئہ کی سپر ہے۔ نماز ہی اخلاق حسنہ کی بانی تمام نیکیوں کی جان ہے۔ اور دین کا خلاصہ ہے

فرمائے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را۔ تو دانی حساب کم و بیش را

لیکن جان بوجھ کر گناہ پر شیر ہوجانا ناقابل معافی ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اپنی طرف سے کوشش کرنی چاہیئے تن من دھن اللہ کی رضا میں نثار کر دینا چاہئے ؎

شکست و فتح نصیبوں پہ ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

نتیجہ خدا پر چھوڑ دیں۔ اللہ کے سچے اور کھرے بندوں سے تعلق جوڑیں۔

آج کی معروضات کا بھی یہی خلاصہ تھا۔ کہ ہمہ وقت اللہ کی اطاعت کے لئے تیار رہیئے نماز کے وقت کارو بار بند کیجئے۔ جب کام ختم ہوجائے تو بازاروں میں بیٹھ کر گپیں نہ ہانکیں۔ جب وقت ملے تو سڑگشت میں ضائع نہ کریں سینما میں آنکھیں پھوڑنے کے لئے نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کا پروگرام مرتب کرکے ایک قابل عمل ٹائم ٹیبل دے دیا ہے۔ بھول چوک، نسیان و خطا معاف ہے مگر جان بوجھ کر غلطی کرنا ہرگز معاف نہیں ہے۔ اللہ کا خوف پیدا کیجئے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصلی کھرا اور سچا مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ ایمان کامل پر ہو۔ آمین یا الٰہ العالمین

دکھایا کہ یہ شعر میں نے لکھا ہے۔ اس کی تصحیح کرو۔ اُن کا شعر یہ تھا ؎

"سلسلۂ من خاندانِ قادری است
مرشدِ من حضرت لاہوری است"

مجھے اس صالح نوجوان دوست سے بڑی ہی الفت ہوگئی تھی اور خدا کی توفیق سے اسی وقت میں نے اس شعر کو اس طرح تبدیل کر دیا ؎

من فقیرم خاندانم قادریست
مرشدِ من حضرت احمد علیست

آخر عشا کی نماز کا وقت آگیا اور نماز کے بعد پھر لوگوں نے بیعت کی۔ ایک اندازہ کے مطابق تقریباً سینکڑوں آدمیوں اور مستورات نے بیعت کی۔ دس بجے ہم لوگ اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ دل ڈوبا جا رہا تھا۔ دوست تسلی دیتے تھے مگر دل کو تسلی نہ آتی تھی۔ آخر خیبر میل آگئی اور ہم لوگ سوار ہوگئے۔ سٹیشن پر نعرے گونج اُٹھے۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر۔ جانشین شیخ التفسیر زندہ باد اور گاڑی چل دی۔ ؎

جو کچھ آنکھوں نے دیکھا تھا مضمون میں لکھ دیا ہو
کچھ روشن روشن چہروں پہ قربان میرا دل ہوتا تھا
افسوس کہ اُن مہ پاروں سے عثمان بچھڑ کر واہ آیا
جس وقت نوشہرہ چھوڑ دیا۔ دل خون کے آنسو روتا تھا

راستے میں حضرت نے بڑی شفقت فرمائی۔ تو طبیعت کو کچھ سکون ملا۔ کیمبلپور پہنچے تو قاضی زاہد الحسینی صاحب شربت لئے کھڑے تھے۔ خوشبودار پھول بھی پیش کئے۔ اور چائے بھی پلائی اور پھر گاڑی چل کر راولپنڈی آ رکی۔ میں اور صوفی محمد یونس صاحب اتر گئے۔ حضرت کو مع جناب ڈاکٹر منظور حسین نظر اور حاجی بشیر احمد صاحب گوجرانوالہ جاکر اُترنا تھا۔ جہاں سے ان کو شیخوپورہ کے قریب میاں علی پہنچنا تھا ؎

گاڑی نصف گھنٹہ رُکی رہی اور حضرت شفقت سے باتیں کرتے رہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا دل کی دھڑکنیں تیز تر ہوتی جاتیں۔ نہ جانے اب کی مرتبہ جدائی کا اتنا زیادہ احساس کیوں تھا۔ جب خیبر میل راولپنڈی سے روانہ ہوئی تو حضرت اور حاجی بشیر احمد صاحب گاڑی کے دروازے میں کھڑے مسکرا رہے تھے اور ڈاکٹر صاحب کھڑکی سے دیکھ رہے تھے۔ میری حالت یہ تھی کہ اپنے آنسو چھپا رہا تھا۔

دے گئے مجھ کو جدائی دے گئے
چین میرا وہ مٹا کر چل دیئے
پھر ملیں گے اب خدا حافظ غنی
مجھ کو بس اتنا بتا کر چل دیئے

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۷ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۰ر جون ۱۹۶۳ء

تقویٰ

مرتبہ۔ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ (حال وارد لاہور)

آج ذکر کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ

بزرگان محترم! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہمیں اپنا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج چوتھے پارے کی ایک چھوٹی سی آیت کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہی مضمون کئی روز سے صبح کے درس میں بھی درس میں بھی چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ۝

(پارہ ۴ رکوع ۲)

ترجمہ۔ اے ایمان والو ڈرتے رہو۔ اللہ سے جیسا چاہئے اُس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بار بار یہ آیت آپ حضرات کے سامنے بیان فرمائی۔ آج میں بھی اسی کو دہرانا چاہتا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی یاد دہانی ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے اور مسلمان ہو کر مرو معلوم ہوا مسلمان ہونے کے بعد بھی اللہ سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔ صرف مسلمان کہلا لینے سے نجات نہیں ہوگی۔ لغت میں تقویٰ کے معنی ہیں اَلۡوَقۡیُ وَالۡوِقَایَۃُ۔ نگاہ داشتن۔ اپنے آپ کو ہر بُری بات، ہر رذیل خصلت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی خلاف ورزی سے روکنے کا نام تقویٰ ہے۔ شریعت کے حکموں پر بے چوں و چرا عمل کرنے اور ہر بُری بات سے باز رہنے کا نام تقویٰ ہے۔ مسلمان کے لغوی معنی ہیں گردن نہادن بہ اطاعت۔ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دینا

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۝ (پارہ ۸ رکوع ۶)

ترجمہ۔ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔

مال جان اور ہر چیز اللہ نے دی ہے ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّۃَ۝

(پارہ ۱۱ رکوع ۳)

ترجمہ۔ اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس قیمت پر کہ اُن کے لئے جنت ہے۔ ؎

جان دے دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ نے جنت کے بدلے ہمیں خرید رکھا ہے جس حال میں وہ رکھے اُسی میں شاداں و فرحاں رہنا چاہئے۔ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

یہ ضرور تحقیق کرنا چاہئے۔ کہ اسلام کے احکام کیا ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے یا کہ نہیں گزشتہ تیرہ صدیوں میں محدثین نے خوب چھان پھٹک کے یہ واضح کر دیا ہے کہ اس حدیث کا کیا مقام اور کیا حیثیت ہے اب تو ہمیں اُسے معلوم اُس پر عمل ہی کرنا چاہئے۔ اگر حضورؐ کا فرمان ہے۔ تو اُس کو دوسروں تک پہنچائیے یہ مسلمانوں کا مشن اور نصب العین ہے۔ بَلِّغُوۡا عَنِّیۡ وَلَوۡ اٰیَۃً

ہمیں دین اور اسلام صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی وساطت سے پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے۔ کہ ہم بھی اس دین کو پندرہویں صدی والوں تک پہنچائیں۔ حضرتؒ کا فرمان ہے کہ تقویٰ اور خشیت پیدا کیجئے۔ سوچئے کہ اگر کسی کام میں اللہ راضی ہے تو پھر بے خوف خطر کود پڑیئے اگر اللہ راضی نہیں ہے۔ تو رُک جائیے۔ شادی بیاہ موت بچے کی پیدائش وغیرہ کے مواقع پر اسلام کو ہاتھ سے دے کر عذاب کو مول نہ لیجئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارا براہ راست تعلق ہے۔ اور یہ کڑی سلسلہ بہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہمیشہ قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ حضرتؒ سے آپنے اکثر سنا ہوگا۔ کہ روزہ صرف یہ نہیں کہ کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے۔ بلکہ روزہ آنکھ کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں سب کا ہو تو پھر روزہ ہے۔ آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ کسی کی بہو بیٹی پر بری نظر نہ پڑے۔ کان کا روزہ یہ ہے۔ کہ کوئی خلاف شرع بات نہ سُنے۔ زبان کا روزہ یہ ہے۔ کہ کوئی نازیبا کلمہ نہ کہا جائے۔ کسی کی چغلی یا غیبت نہ کی جائے۔ ہاتھ پاؤں کا یہ روزہ ہے۔ کہ کسی کے گھر چوری کی غرض سے نہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آیا ہی اخلاق کے سنوارنے کے لئے ہوں اِنَّمَا بُعِثۡتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الۡاَخۡلَاقِ۔

حضرتؒ سے آپ نے اکثر سنا ہوگا۔ کہ ایک شخص کے سینے میں اللہ اللہ کرنے سے ایک قندیل روشن تھی ایک دن وہ پانی والے تالاب کی طرف سے سنہری مسجد کی طرف آرہا تھا۔ (تقسیم ملک سے قبل) ایک خوبرو ہندو عورت جو بناؤ سنگار کئے ہوئے تھی۔ اُس پر نظر پڑنا تھا کہ وہ قندیل بجھ گئی اور پھر ہزار کوشش کے باوجود روشن نہ ہوئی حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اللہ بڑا ہی نازک مزاج محبوب ہے اگر وہ ناراض ہو جائے۔ تو بڑی بدنصیبی ہے۔ کوئی لغو یا ناشائستہ بات نہ کہنی چاہئے جس پر ضمیر ملامت کرے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ (اسی تے دنیا دے کُتّے آں جھوٹ نہ بولیے تو کس طرح کمائیے۔ جس طرح تسی کہندے او زندگی گزارنی مشکل اے (پنجابی، (ہم تو دُنیا کے کُتّے ہیں۔ جھوٹ نہ بولیں۔ تو کس طرح کمائیں۔ جیسے آپ کہتے ہیں اس طرح زندگی گزارنا تو مشکل ہے) حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت دنیا کے کتوں کے لئے نہیں بنائی۔ جنت اُن کے لئے ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے گی اگر حرام حلال میں تمیز نہ کی، شرک سے باز نہ آئے۔ اور توحید کا بھی دعویٰ ہو۔ تو یہ ملاوٹ اللہ کو پسند نہیں ہے اُس کے ہاں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا جب تک تمام برائیوں سے احتراز نہ کریں گے اللہ راضی نہ ہوگا۔ اگر جان بچانے کے لئے مجبوراً حرام کھانا پڑے تو بقدر ضرورت جائز ہے۔ مگر خوشی خوشی حرام کھانا ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہی حضرتؒ کے اسباق ہمارے لئے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا

میں کبھی نہ بھولونگا!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

کی راولپنڈی۔ کیمبلپور۔ پشاور۔ نوشہرہ اور اکوڑہ خٹک میں تشریف آوری کے چشم دید

حالات و واقعات کا ایک قلمی خاکہ :-

(از قلم محمد عثمان غنی بی اے ۔ واہ کینٹ)

قبل اس کے کہ میں مضمون لکھنا شروع کروں چند ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ —— پہلی بات یہ ہے کہ میں نے اس نوع کے جتنے بھی مضامین لکھے ہیں یا لکھ رہا ہوں۔ اُن کا مقصد اشتہار بازی یا خودستائی نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ خیال ہے کہ جو واقعات ایک مقام پر دیکھوں یا سنوں وہ بذریعہ خدام الدین ہزاروں لوگوں تک پہنچیں اور وہ اُن سے استفادہ کریں دوسری بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کی بے ہنگم تعریفات بھی ہرگز منظور نہیں نہ ہی اُن کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی ہدایت ہے۔ میں نے جنوری ۱۹۶۳ء میں حضرت کی لوسر شرفو اور واہ کینٹ میں تشریف آوری کا حال سب سے پہلے راتوں رات لکھ کر حضرت کے خادم حاجی بشیر احمد صاحب کو دے دیا تھا کہ خدام الدین میں دے دیں۔ گاڑی میں بیٹھ کر حاجی صاحب نے وہ مضمون حضرت کو دکھا دیا اور حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا۔ فرمایا۔ اس کے چند حروف کی تصحیح کرکے دے دوں گا۔ مگر آج تک وہ مضمون واپس نہیں کیا۔ میرے بار بار خطوط لکھنے کے باوجود بھی وہ مضمون نہ نکلا۔ جب چونترہ میں ملاقات ہوئی تو فرمایا تم نے اس مضمون میں میری بابت کچھ تعریفی جملے لکھے تھے وہ نکال دو تو پھر مضمون ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کے بعد میں نے جتنے بھی مضامین لکھے ہیں وہ سب ایڈیٹر خدام الدین کو بھجوا رہا ہوں اور وہ شائع ہوتے رہتے ہیں اور اُن کے اثرات کا اندازہ میں نے خود مختلف شہروں کے لوگوں سے مل کر لگایا ہے کہ لوگوں نے اس سلسلہ کو پسند کیا ہے اور فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ تیسری عرض یہ ہے کہ میں نے اگر حضرت مولانا عبید اللہ انور کی شان میں کچھ تعریفی جملے یا محبت بھرے اشعار لکھے ہیں تو وہ عقیدت اور ادب کے تحت ہیں جس سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ ہمارے مرشد کامل حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں اور اُن سے ہم کو اکتساب فیض کرنا ہے۔ اگر ہم ان کا احترام نہ کرینگے تو پھر ہماری بڑی ہی بدنصیبی ہوگی۔ اور پھر میں نے اس کے سوا کچھ کہا بھی تو نہیں کہ یہ لوگ اللہ کے برگزیدہ بندے اور سچے صوفی ہیں۔ نہ ان کو پُرتکلف کھانوں سے مطلب ہے نہ ہی یہ بناوٹی پیروں کی طرح نذروں نذرانوں سے غرض رکھتے ہیں اور نہ ہی کرایہ کے پیسے یا تقریر کی اُجرت لیتے ہیں۔ یہ ہے بھی حقیقت۔ اس لئے قارئین کرام سے گزارش ہے کہ میرے مضامین کو تنگ نظری سے نہ پڑھیں بلکہ اُس محبت اور عقیدت کا چشمہ لگا کے پڑھیں جس محبت اور عقیدت سے میں لکھتا ہوں۔

جمعہ ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء رات کے نو بج کر دس منٹ پر سکھر میل کار راولپنڈی کے ریلوے سٹیشن پر آکر رکی تو جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی۔ مفتی محمود صاحب ممبر نیشنل اسمبلی۔ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین اور حاجی بشیر احمد صاحب پرسنل سیکرٹری حضرت صاحب گاڑی سے باہر تشریف لائے۔ مولانا عبد الحنان صاحب سید چراغ الدین شاہ صاحب اور دیگر احباب ریلوے سٹیشن راولپنڈی پر استقبال کے لئے موجود تھے۔ چونکہ جامع مسجد قاضی نظام الدین محلہ امام باڑہ راولپنڈی میں مجلس ذکر کا پروگرام تھا۔ اس لئے سیدھے وہیں پہنچے۔ عشا کی نماز ادا کی گئی اور مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اس مجلس ذکر کی تقریر علیحدہ قلمبند کر لی گئی ہے۔ جو کسی آئندہ شمارہ میں آجائے گی پھر بیعت اور تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک بجے تک فراغت ہوئی تو علاؤ الدین صاحب چیئرمین یونین کونسل کے ہاں کھانا کھایا۔ اور پھر ریلوے سٹیشن پر آئے۔ خیبر میل پر سوار ہو کر صبح ساڑھے چار بجے کیمبل پور پہنچے۔ گاڑی پلیٹ فارم پر پہنچی تو نعرہ ہائے تکبیر اور جانشین شیخ التفسیرؒ زندہ باد کے نعروں سے سٹیشن گونج اٹھا۔ پروفیسر قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب خلیفۂ ارشد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب کی ایک کثیر جماعت ہار لئے ہوئے ریلوے سٹیشن پر موجود تھی۔ حضرت کو ہاروں سے لاد دیا گیا۔ اور جلوس کی شکل میں جامعہ مدنیہ میں پہنچ کر نماز فجر ادا کی گئی اور پھر درس قرآن منعقد ہوا۔ مسجد کی رونق اور نظام دیکھ کر خوشی ہوئی کہ محترم المقام قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ العالی جہاں بھی جاتے ہیں شیخ التفسیر کے حکم کے مطابق درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیتے ہیں۔ ہم پچھلے دنوں جب ایبٹ آباد گئے تھے تو وہاں پر بھی قاضی صاحب موصوف کی محنتوں سے لگائے ہوئے پودے دیکھے تھے اور آج کیمبل پور میں بھی یہ رونق دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ قاضی صاحب نے باوجود کالج میں پروفیسر ہونے کے فقیروں کی سی عادات اپنا رکھی ہیں۔ اور مسجد و مدرسہ کا اہتمام بھی بڑے عمدہ طریق سے کر رہے ہیں۔ اور مختلف شعبہ جات قرآن حکیم کی خدمت کے لئے قائم کر رکھے ہیں۔ مسجد میں ایک بورڈ آویزاں تھا جس پہ مکمل پروگرام درج تھا۔ اُس کا مضمون یہاں نقل کئے دیتا ہوں۔

نظام الاوقات جامعہ مدنیہ کیمبل پور

درس قرآن	.. ..	بعد از نماز فجر
حفظ و ناظرہ	..	بعد از درس قرآن تا سات بجے
طلباء جامعہ ہذا	..	از سات بجے تا گیارہ بجے
حفظ و ناظرہ	..	از ظہر تا عصر
درس حدیث	..	بعد از نماز عشا

علاوہ ازیں سید الاستغفار کے بڑے بڑے پوسٹر چھپوا کر قاضی صاحب دام برکاتہم نے جابجا آویزاں کر رکھے ہیں جن سے پڑھنے والوں کو خدا کی بے پایاں رحمتوں کی طرف متوجہ ہو کر توبہ کرنے کی توفیق میسر آتی ہے۔ یہ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے۔ اسی طرح کے پوسٹر ہم نے حضرت قاضی صاحب کی ایبٹ آباد والی مسجد میں دیکھے تھے۔ ناشتہ کے بعد بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میرا ایک مضمون "شیخ التفسیر کی مقناطیسی کشش" کے عنوان سے شیخ التفسیر نمبر چھپا تھا۔ اس میں میں نے چوہدری عمر الدین صاحب کا تذکرہ کیا تھا۔ کہ انہوں نے مجھے خدام الدین سے متعارف کرایا اور خدا نے مجھے سیدھی راہ دکھائی۔ حتیٰ کہ حضرت رحمۃ اللہ کی کشش لاہور کھینچ لائی اور بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرتؒ کا وصال ہو گیا تو یہ چوہدری عمر الدین صاحب بڑے پریشان ہوئے اور ایک خط میں مجھے لکھا "آپ کا مضمون بہ عنوان شیخ التفسیرؒ کی مقناطیسی کشش" پڑھا۔ تین چار جگہوں پر بے اختیار آنسو بہ نکلے۔ یہ مضمون تصنع اور بناوٹ سے بالکل پاک ہے۔ اور آپ کے جذبات کا صحیح نقشہ ہے۔ مزید براں یہ کہ ان میں سے بیشتر واقعات میرے ذاتی

باقی صفحہ ۱۹

اعتراضات کے جوابات دینا یا کسی بحث میں الجھنا "خدام الدین" کی پالیسی کے خلاف ہے۔ ہم نے ہمیشہ ہی مباحث کی خارزار وادیوں سے اپنے دامن کو بچایا ہے لیکن روزنامہ "حالات" میں مدیر "خدام الدین" کا ایک مضمون شائع ہو جانے کی وجہ سے ایک ہی مکتبۂ فکر کے دو تین جرائد نے ایک طوفان اٹھا کر "خدام الدین" کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالی —— ہم نے پھر بھی اس کا کوئی نوٹس نہ لیا کیونکہ ہم ان قلیل الاشاعت جرائد کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے تھے —— اب اکثر قارئین "خدام الدین" کے بے پناہ اصرار اور شدید تقاضے کے باعث یہ مضمون ہدیۂ ناظرین "خدام الدین" کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت سے مقصود کسی کی دل آزاری یا بحث و نظر کے دروازے کھولنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت مطلوب ہے

(ادارہ)

اربابِ احوال کی کرامات

پر

ماہنامہ "فاران" کی تنقید

راس المحققین اسوۃ الصالحین حضرت مولانا سید امین الحق مدظلہ شیخوپورہ

مئی ۱۹۶۳ء کے فاران میں جناب ماہر القادری نے مذہبی کمین گاہوں کے زیرِ عنوان ایک سائل کا خط شائع کیا ہے جس کے ذریعہ "روزنامہ حالات لاہور" میں شائع شدہ جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر ایڈیٹر خدام الدین کے ایک مضمون "حضرت شیخ التفسیر بارگاہ نبوی میں" پر مشق تنقید کی ہے —— خط نویسندہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے مضمون میں سے ذیل کی چند سطور درج کی ہیں:

"ایک شخص نے آکر مولانا سے عرض کیا کہ آپ جب درسِ قرآن میں مشغول ہوتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ رحمت دو عالم صحابہ کرام رض کی جمعیت کے ساتھ ایک بلند مقام اور مسند پر جلوہ افروز ہیں اور جب آپ جملہ ختم کر کے سکوت فرماتے ہیں تو رحمت عالم تین مرتبہ "صَدَقْتَ صَدَقْتَ" فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا سے کسی صاحب نے اس کی تفصیل کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ نوجوان مقام ابدالیت پر فائق ہونے والا ہے اور ابدالوں کو یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے مشاہدات سے دوچار ہوتے ہیں۔"

اب سائل اس خط سے بزعم خویش یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور اکرم ص علماء کے ذکر و اذکار میں تشریف لاتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر خط نویسندہ صاحب نے صوفی جمیل احمد صاحب خلیفہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور عبدالقادر صاحب نے دو خواب "جو شیخ التفسیر نمبر" میں شائع ہوئے ہیں اور تقریباً اسی قسم کا مفہوم رکھتے ہیں ان کا ذکر کر کے دریافت کرتے ہیں کہ کیا غلو اور شخصیت پرستی کی تعریف سے یہ باتیں باہر ہیں؟ اور کیا اسلام کی تعلیم اس بارے میں یہی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں تیسرے نمبر پر سائل نے مودودی صاحب کے خلاف حضرت مولانا کی صحیح تنقیدات کا رونا رویا ہے اور اس کے جواب میں ماہر القادری صاحب نے مودودی صاحب کی مدح و ثنا کے بول باندھے ہیں۔ ماہر القادری صاحب نے ہر ایک سوال کا نمبروار جواب لکھا ہے۔ چنانچہ میں ماہر القادری صاحب کے جوابات پر لف و نشر غیر مرتب کے طور پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ نمبر تین کے جواب کے متعلق میں اس کے سوا اور کچھ نہیں لکھوں گا کہ مودودی صاحب کے مناقب کا دفتر اہل علم کی تحریروں سے بھرا پڑا ہے مگر ماہر القادری صاحب نے اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ آج کل مؤقر جریدہ "امروز" میں چوہدری حبیب اللہ کے قلم سے "جماعت اسلامی کا رخ کردار" کے عنوان سے مودودی صاحب کے شاندار مناقب بالاقساط ذکر کئے جا رہے ہیں۔ ان میں سے کم از کم قسط نمبر ۲ کے مناقب کا ماہر القادری صاحب کو ضرور ذکر کرنا چاہئے تھا تاکہ مودودی صاحب کے پر اسرار مناقب منظر عام پر آتے اور آپ کی اسلام نما خدمات کی قلعی کھل جاتی۔ اور ماہر القادری صاحب کی طرح اور عقیدت کیشوں کا دل ٹھنڈا ہو جاتا۔ اس طرح مودودی صاحب کے مناقب میں بھی اضافہ ہو جاتا اور جماعت مصلحین کے بھولے بھالے عقیدتمند اپنے لیڈر کے پاکیزہ مناقب پر سر دھنتے رہتے۔

ناظرین کو یاد ہوگا اور اخبارات شاہد ہیں کہ خواجہ نظیر احمد صاحب نے عدالت میں بیان دیا تھا کہ مودودی صاحب کو امریکہ امداد دیتا ہے۔ چنانچہ جب خواجہ صاحب کا یہ بیان شائع ہوا تو اس بنا پر مودودی صاحب نے حضرت مولانا احمد علی رح کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کیا اور دو تین پیشیوں کے بعد مقدمہ چھوڑ کر دوڑ گئے۔ بیکش صاحب مرحوم نے عدالت میں کہہ دیا تھا کہ ہم عدالت میں ضرور حاضر ہوں گے مگر مودودی صاحب کی ضمانت لی جائے وہ دوڑا کرتے ہیں دوڑ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حمید نظامی مرحوم نے انہی دنوں مودودی صاحب کو یہ چیلنج کیا کہ خواجہ صاحب کے بیان شائع کرنے پر اگر آپ نے حضرت مولانا کے خلاف دعویٰ کیا ہے تو میں بھی خواجہ صاحب کے بیان کو دہراتا ہوں۔ آپ میرے خلاف دعویٰ کریں۔ میں عدالت میں ثابت کردوں گا کہ امریکہ آپ کو یقیناً امداد دیتا ہے مگر مودودی صاحب کو سانپ سونگھ گیا اور وہ آج تک خاموش ہیں۔ امریکہ جیسے اسلام دوست، علم پرور نیک بخت کی امداد اور مودودی صاحب کی فضیلت، اخلاص اور للہیت کے شاندار قصیدے کو ماہر القادری صاحب مذکورہ مناقب میں لکھنا بھول گئے اب جب کہ ماہر القادری صاحب جیسے عقیدت کیشوں نے مودودی صاحب کے ایسے جلی اور قابل تحسین مناقب کے ذکر کرنے سے جی چرایا ہے تو ہمیں اس تکلف میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ سوال نمبر ۲ کا جواب چونکہ مختصر ہے اس لئے اس کو مقدم رکھتا ہوں:

سوال نمبر ۲ کا جواب

سوال نمبر ۲ کے جواب میں ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں "سوال نمبر ۲ میں جو واقعات ذکر کئے گئے ہیں وہ بھی اسی انداز کے ہیں ان لوگوں کے غلو عقیدت کو کیا کہئے جو اپنے پیروں کی بزرگی، کرامت ولایت اور تقدس ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ کرامؓ کے وقار تک کی پروا نہیں کرتے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین اکثر اہل علم ہیں اور حضرت مولاناؒ نے اپنے مریدین کی تربیت ایسی فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے وقار کی حفاظت اور اقامت کے لئے ہر وقت قربان ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ماہر القادری صاحب نے مذکورہ خوابوں کی تعبیر سمجھنے میں بڑی عجلت کی ہے اور ان کی صحیح تعبیر اور محامل سے دیدہ دانستہ گریز کیا ہے۔ حضرات ناظرین پہلے ان خوابوں کو پڑھ لیجئے جن پر ماہر القادری صاحب اس قدر سیخ پا ہوئے ہیں کہ ارباب رؤیا کو حضورؐ اور صحابہ رضؓ کے وقار کی پرواہ نہ کرنے کا طعنہ دیتے ہیں۔ اور اپنی اس حماقت کی آخری ذمہ داری درپردہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کی صحبت تربیت اور تعلق پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ صوفی جمیل احمد صاحب میواتی خلیفہ مجاز قطب زمان حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا خواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند مکان اور عالیشان عمارت کے احاطہ میں آپ نے حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کا درس دیتے ہوئے خواب میں دیکھا ہے اور عبدالقادر صاحب کا خواب یہ ہے کہ حضرت شیخ حضورؐ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہیں اور آپ کے زانو حضورؐ کے زانوئے مبارک سے ملے ہوئے ہیں۔ ماہر القادری صاحب سنجیدہ ادیب اور سخن فہم انسان ہیں معلوم نہیں انہوں نے کس دارالامراض میں ذہن اور فکر کو علیل کر دیا ہے۔ خواب میں تو مذکورہ واقعات سے عجیب تر واقعات دکھائی دیتے ہیں مگر اہل علم ان کو صحیح محامل پر اتارتے ہیں۔ کیا ماہر القادری صاحب نے کہیں نہیں پڑھا کہ بیت نبوۃ میں جو ایسی طہارت اور پاکیزگی ہیں، انوار و فیوضات ہیں، آیات اللہ کی تلاوت اور برکات ہیں، حکمت کے خزانہ ہونے اور ہدایت کا سرچشمہ ہونے میں اس قدر عالی شان اور بلند ہے جس کے برابر اونچا اور عالیشان محل خواب میں بھی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ حضورؐ کی دنیا کی حیات اور زندگی میں حضورؐ کے پاس حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ آ کر بیٹھے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ سعد بن مالکؓ ایسے وقت بھی بیت نبوۃ کے اندر آ کر بیٹھے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضورؐ کے پیچھے بیٹھی تھیں جیسا کہ حافظ علی ابن ابی بکر ہیثمی نے لکھا ہے۔ اگر حضورؐ کی حیات میں اور بیداری میں بیت نبوۃ میں صحابہؓ کا اندر داخل ہونا اور بیٹھنا اور صحبت نبوت میں علم و عرفان کا درس لینا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں تھا تو صوفی جمیل احمد کا خواب میں یہ دیکھنا کہ ایک عالی شان محل میں جس کو کہا گیا ہے کہ یہ حضورؐ کا مکان ہے۔ حضرت مولانا کا درس قرآن دینا حضور کے وقار کے خلاف اور منافی کیوں ہے؟ کیا ماہر القادری صاحب یہ نہیں جانتے کہ حضورؐ کے مصلےٰ پر کھڑے ہو کر حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی ہے اور جس منبر پر حضور بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ اسی منبر پر بیٹھ کر حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خطبات ارشاد فرمائے ہیں۔ اگر زندگی میں اور بیداری میں حضورؐ کے مقام پر بیٹھ کر کتاب و سنت سنانا اور سمجھانا حضور کے وقار کی گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے تو خواب میں حضور کے نام نامی سے منسوب مقام کے احاطہ میں بیٹھ کر حضرت مولانا کا درس قرآن دینا اہل علم ہرگز حضورؐ کے وقار کے خلاف اور منافی نہیں سمجھتے۔ کیا ماہر القادری صاحب نے کبھی یہ نہیں پڑھا کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے سامنے حضور کی خدمت میں ایک ایسے صاحب حاضر آئے جن کا لباس سفید ستھرا تھا بال سیاہ تھے۔ سفر کے آثار اس پر ظاہر نہیں ہوتے تھے اور کوئی بھی صحابہ میں سے ان کو نہیں جانتا تھا وہ صاحب حضورؐ کے سامنے اور حضورؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے اور اپنے زانو پر یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زانو پر دونوں ہاتھوں کو رکھ کر ان صاحب نے کچھ سوالات کئے تھے اور وہ جب حضورؐ سے جواب سنتے تھے تو صَدَقْتَ فرماتے تھے۔ صحابہ کو تعجب ہوا کہ وہ سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کتاب الایمان میں مذکور ہے۔ یہ سائل کوئی بھی تھا مگر صحابہؓ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اور کس نوع کا ہے اور اس نے بیداری میں صحابہؓ کے سامنے حضورؐ کے زانو سے اپنے زانو ملائے مگر کسی صحابی نے اس کے ایسا کرنے کو حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف نہیں جانا ورنہ ضرور اس کو ٹوکتے۔ پھر کسی صحابی کو اس کے اس فعل کے متعلق حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف ہونے کا شبہ بھی نہ ہوا۔ ورنہ صحابہؓ ضرور اس کا ذکر کرتے اور حضورؐ ان کی اصلاح فرماتے۔ چنانچہ جس امر پر صحابہ کو تعجب ہوا اس کا اظہار انہوں نے برملا فرما دیا۔ اگر صحابہؓ نے اس صاحب کو پہچانا ہے تو اس کے چلے جانے کے کچھ دیر کے بعد حضورؐ کے بتلانے پر ہی پہچانا ہے۔ اگر بیداری میں کسی صاحب کا حضورؐ کے پاکیزہ زانوؤں سے زانو ملا کر بیٹھنا ادب اور وقار کے خلاف نہیں ہے تو عبدالقادر صاحب بچارے کا خواب میں یہ دیکھنا کہ حضرت مولاناؒ حضورؐ کے مبارک زانوؤں سے اپنے زانو قریب کر کے بیٹھے ہیں۔ ماہر القادری صاحب کو حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف کیوں معلوم ہوتا ہے۔

اور پھر بات یہ ہے کہ اگر بعض خوابوں کی ظاہری سطح ادب اور وقار کے خلاف بھی ظاہر ہو تب بھی اہل علم خوابوں کو ان کی ظاہری سطح کے مطابق نہیں مانتے۔ اس لئے کہ ان خوابوں میں بھی صحیح اور مراد محمل اور مقصد ہوتا ہے میں زیادہ وضاحت کے لئے چند مثالیں عرض کئے دیتا ہوں۔

پہلی مثال

مکی الرملی فرماتے ہیں میں نے بغداد میں خواب دیکھا کہ ہم خطیب کے پاس خطیب کی تاریخ پڑھنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ خطیب کے دائیں جانب نصر ابن ابراہیم اور نصر کے دائیں جانب ایک اور صاحب بیٹھے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں کہا گیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خطیب کی کتاب سننے کے لئے آئے ہیں میں نے دل میں کہا: "یہ خطیب کی جلالت قدر ہے"۔

(تذکرۃ الحفاظ)

خطیب کا ترجمہ اس کی ظاہری سطح جیسی ہے وہ آپ کے سامنے ہے لیکن خواب دیکھنے والے نے خود بتایا ہے کہ اس خواب کی تعبیر خطیب کی جلالت قدر ہے کیا مکی الرملی جو خود حافظ حدیث ہے حضور کے وقار کی پروا نہیں کرتا۔ اس لئے اس نے یہ خواب دیکھا ہے حافظ شمس الدین ذہبی خود بھی حافظ حدیث ہیں اگر وہ اس خواب کی یہی مراد سمجھتے تو وہ ہرگز اس کو روایت نہ کرتے یا اس خواب دیکھنے والے کو حضور کے وقار کے خلاف خواب دیکھنے کا ضرور طعن کرتے۔

دوسری مثال

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ فربریؒ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضورؐ مجھے فرماتے ہیں "آپ کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے کہا "محمد بن اسمٰعیل کے پاس جانا چاہتا ہوں" حضورؐ نے فرمایا "میرا انہیں سلام پہنچا دینا!"

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۲)

تیسری مثال

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابازید مروزی فرماتے ہیں۔ میں نے رکن اور مقام کے درمیان خواب دیکھا حضورؐ نے فرمایا "تم کب تک شافعیؒ کی کتاب پڑھو گے میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے" میں نے عرض کیا "حضور! آپ کی کتاب کون سی ہے؟" آپؐ نے فرمایا "محمد بن اسمٰعیل کی جامع میری کتاب ہے"

مقدمہ فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۳

کیا ابازید مروزی اس خواب میں حضورؐ کے وقار کو صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں نہیں ہرگز نہیں مراد صرف اس قدر ہے کہ صحت اور تقدس میں بخاری کی بڑی شان ہے اور کیا حضورؐ کی طرف سے بخاریؒ کو سلام پہنچانے کا خواب دیکھنا حضورؐ کے ادب اور وقار کے خلاف ہے اور کیا یہ کہنا درست ہے کہ فربریؒ نے اس خواب کے دیکھنے میں حضورؐ کے وقار کی پروا نہیں کی ہے۔

چوتھی مثال

عبدالواحد ابن آدم فرماتے ہیں میں نے حضورؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کی ایک جماعت کو خواب میں دیکھا کہ آپ انتظار میں کھڑے ہیں۔ میں نے اس کا سبب پوچھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں محمد بن اسماعیل کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں کھڑا ہوں۔" چند دنوں کے بعد مجھے بخاریؒ کی وفات کی خبر مل گئی۔ میں نے سوچا تو بخاریؒ کی وفات کا وہی وقت تھا جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کی جماعت کو میں نے انتظار میں کھڑے دیکھا تھا۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۲۰۶)

ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے والے تمام حضرات حفاظ حدیث ہیں اور خوابوں میں یہ مذکورہ واقعات اہل علم میں معروف اور متداول ہیں۔ میں کسی ایک ایسے حافظ حدیث اور امام فقہ کو نہیں جانتا جس نے یہ کہا ہو کہ ان خوابوں کے دیکھنے والے اور بیان کرنے والے خطیب اور بخاری کا تقدس ثابت کرنے کے لئے حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے وقار کی پرواہ نہیں کرتے۔ ٹھیک اسی طرح "فاران" میں مذکورہ خوابوں کی مراد صرف اس قدر ہے کہ ان خواب دیکھنے والوں پر حق تعالیٰ شانہٗ نے بارگاہ نبوی میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ العزیز کا قرب اور ان کی دینی خدمات کی مقبولیت کو ظاہر کرنا چاہا ہے

سوال ۱ کا جواب

ماہر القادری صاحب پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی کرتے تھے اور مسلمانوں کو دین کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ لیکن کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کسی صحابی کی محفل وعظ و تبلیغ میں حضور اکرمؐ وفات کے بعد تشریف لاتے ہیں۔"

میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری جیسے سخن فہم صاحب کو یہ میراث کہاں سے ملی کہ "ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت میں اپنی طرف سے ایسے معنی کا اختراع کرتے ہیں جس کو ڈاکٹر صاحب بیان کرنا نہیں چاہتے تھے ڈاکٹر صاحب کی عبارت میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ ایک صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درس کے وقت حضور اکرمؐ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کو ایک بلند مقام پر دیکھا اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق دریافت کرنے پر اس قدر فرمایا کہ اس قسم کے مشاہدات سے مقام ابدالیت پر فائق ہونے والے دوچار ہوتے رہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کی حکایت اور حضرت مولاناؒ کے جواب میں رویت اور مشاہدہ کے الفاظ مذکور ہیں مگر ماہر القادری صاحب اس کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس طرح مودودی صاحب لاہور سے کراچی، کراچی سے حجاز اور حجاز سے نجد (جہاں کے حکمرانوں کو مودودی صاحب پہلے اپنے خطبات میں حرم کعبہ کے منتظم، مہنت اور دلال لکھتے ہیں) تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ذکر و اذکار کی مجلسوں اور وعظ و تبلیغ کی محفلوں میں تشریف لاتے اور حاضر ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر کی عبارت اور حضرت مولانا کے جواب میں رؤیت اور مشاہدہ سے مراد صرف اس قدر ہے کہ عالم غیب کے کسی امر یا امور کسی شئے یا اشیاء کا کسی حال، کسی شکل اور کسی وقت میں صاحب حال کو علم اور مشاہدہ ہوتا ہے اور اہل علم میں رؤیت اور مشاہدہ کا یہ معنیٰ اس قدر متداول اور معروف ہے کہ جس کسی اہل علم نے اس پر بحث کی ہے اس نے رویت اور مشاہدہ کی یہی مراد لکھی ہے چنانچہ حافظ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

> جب اللہ تعالیٰ کسی صاحب کو
> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رؤیت
> اور مشاہدے سے عزت مند کرنا
> چاہتا ہے تو وہ اس کے، اور
> رسالت مآب کے درمیان سے حجاب
> اٹھا دیتا ہے اور وہ رسالت مآبؐ
> کو اپنی سابق حیات دنیا کے حال
> اور ہیئت پر دیکھتا اور مشاہدہ
> کرتا ہے۔"

اور اس شبہ کے جواب میں کہ دور دور کے اقطار میں بہت سے دیکھنے والے ایک وقت میں حضور کو کیوں کر دیکھتے اور مشاہدہ کر لیتے ہیں، حافظ سیوطی فرماتے ہیں:

کالشمس فی کبد السماء وضوءها
یغشی البلاد مشارقاً ومغاربا

(ترجمہ۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آسمان میں سورج اور اس کا نور تیز اور چمکدار پھیلاؤ میں مشرق اور مغرب کے شہروں تک پھیلتا ہے)

(الحاوی۔ ج ۲۔ ص ۲۵۳)

مراد یہ ہے کہ آفتاب آسمان کی طرح آفتاب رسالت اپنے مقام قیام پر تشریف فرما ہیں اور اسی مقام سے دور اور قریب کے ارباب احوال اللہ کی اس نعمت فاخرہ اور شرف نادرہ سے یکساں طور پر عزت مند ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام
> فرمایا ہے کہ میں مصر میں ہوتے ہوئے
> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس
> طرح گفتگو کرتا ہوں جیسے کوئی اپنے
> ہم مجلس سے بات کرتا ہے۔ میں
> مصر میں ہوتا ہوں اور حضور اکرم صلی
> اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ پر میرے
> ہاتھ ہوتے ہیں اور فرمایا جس کو یہ
> حال اور ذوق حاصل نہیں ہے وہ
> اس قسم کی گفتگو اور مشاہدہ کا انکار
> کرتا ہے۔"

(لطائف المنن صفحہ ۱۴۲)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد بھی اسی قدر ہے کہ حضرت رسالت مآب اپنے مقام پر جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ارباب احوال کو اپنی رؤیت اور مشاہدہ کے اکرام و اعزاز سے مشکور فرماتے ہیں۔ ذیل کی مثالوں سے اس قسم کی رؤیت اور مشاہدے کی اصل حقیقت کو خوب سمجھ لیجئے:

پہلی مثال

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے باغیچوں میں سے مومن کی قبر ایک باغیچہ ہے اور جہنم کے گڑھوں میں سے غیر مخلص مومن کی قبر ایک گڑھا ہے مراد یہ ہے کہ مومن اور کافر کی قبر بہشت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب سے جنت کا ٹکڑا یا جہنم کا گڑھا بنتی ہے مگر اسکا یہ معنیٰ نہیں کہ جنت اور جہنم قبروں میں پہنچائے جاتے ہیں۔

دوسری مثال :- انسؓ بن نضر نے فرمایا۔ "اے سعد! میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پاتا ہوں"۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کو اُحد کے پیچھے بہشت کی خوشبو عالم غیب کے ایک امر کا مشاہدہ اور وجدان ہو رہا ہے۔ مگر اس کا یہ معنیٰ نہیں کہ اُحد پہاڑ کے پیچھے جنت اپنے مقام سے لائی گئی ہے۔

تیسری مثال :- حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں جب ہم رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو دوزخ یا بہشت کی یاد دلاتے ہیں تو ہم اس وقت ایسے ہوتے ہیں۔ گویا ہم کھلی آنکھوں بہشت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ حضرت حنظلہؓ کی مراد یہ ہے کہ حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کا استحضار ہمارے قلوب پر اس قدر قوی اور غالب ہو جاتا ہے کہ اس کا اثر حاسۂ بصر تک پہنچتا اور سرایت کرتا ہے اور ہم آنکھوں سے حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ کو دیکھتے ہیں۔ مگر اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ حضورؐ کی صحبت میں بہشت اور دوزخ صحابہؓ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شیخؒ کی صحبت[1] میں کسی صاحبِ حال کو کتاب و سنت کے درس میں رسالتِ مآبؐ اور صحابۂ کرامؓ کے ذکر کے وقت رسالتمآب اور صحابہ کی رؤیت اور مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

فاسد زعم :-

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں (وفات پانے کے بعد انبیا کرام کا محفلوں اور مجلسوں میں شریک ہونا نہ تو کتاب و سنت سے ثابت ہے نہ آثارِ صحابہ اس کی تائید کرتے ہیں اور نہ ائمہ حدیث و فقہ کے ہاں اس کی کوئی دلیل ملتی ہے

محترم ناظرین : ڈاکٹر مناظر حسین نظر کی عبارت اور حضرت مولاناؒ کے بیان میں ماہر القادری صاحب کا مذکورہ معنیٰ ہرگز مذکور اور مراد نہیں ہے یہ صرف ماہر القادری صاحب کا اختراع اور دانستہ افتراء ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ جماعتی جلسوں اور محفلوں میں یا دوسرے مذہبی اور سیاسی اجتماعات میں انبیاء کرام نے ہرگز شرکت نہیں فرمائی اور نہ شرکت فرماتے ہیں۔ مگر بیت المقدس کی محفل اور اجتماع میں معراج کی رات کتاب کی جامعیت اور سنت کی تصریحات سے انبیاء کرام کا شریک ہونا رسالت مآب کی مجلس میں ثابت ہے صحابہ کے آثار اس کی پُر زور تائید کرتے ہیں اور ائمہ حدیث و فقہ نے کسی شک و شبہ کے بغیر اس کو تسلیم کیا ہے۔

معراج جسمانی ہے :-

جناب ماہر القادری صاحب اس بحث کو مزید طول دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"احادیث میں یہ ضرور ملتا ہے کہ شبِ معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انبیاء کرام کی ملاقات ہوئی۔ اور آپ نے حضرت موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مگر ان واقعات کا تعلق عالمِ ارواح اور عالمِ برزخ سے ہے اور وہاں کے معاملات، واردات اور مشاہدات کی حیثیت متشابہات کی سی ہے اس کی کنہ اور لِم معلوم کرنے کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے"۔

حضرات قارئین ! میں نہیں جانتا کہ ماہر القادری صاحب کو کیا خلل پیش آیا ہے کہ اس بحث میں بہکی بہکی اور بے ربط باتیں لکھتے ہیں۔ کیا بیت المقدس عالمِ ارواح اور عالمِ برزخ ہے۔ جس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے رسالتِ مآبؐ کی سیادتِ کبریٰ کی عظمت کو دیکھا اور سمجھا اور رسالتمآبؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے ؟ کیا رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمِ برزخ میں انبیاء کرام کو نماز پڑھانے اور امامتِ کبریٰ سمجھانے تشریف لے گئے تھے۔ کیا مشرکین مکہ کو حضورؐ کے جسمانی معراج سے شدید استبعاد و انکار اس لئے تھا کہ عالمِ ارواح اور عالمِ برزخ میں ایسے عجوبہ واقعات کو وہ ناممکن سمجھتے تھے؟ رسالتمآبؐ کے روحانی، برزخی اور انکشافات کے رنگ میں جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں۔ کفار مکہ کے لئے حضورؐ کے اسراء کا دعویٰ کرنا اُن سے بڑھ کر تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں تھا۔ اور یقین جانئے عالمِ برزخ اور عالمِ ارواح میں معراج میں مذکورہ واقعات سے بڑھ کر زیادہ عجائبات کا تخیل کفارِ مکہ کو بھی ہوتا ہو گا۔ لیکن رسالتمآبؐ کا معراج عالمِ شہادت کا واقعہ ہے اور یہ تمام جسمانی واقعات ہیں۔ ان پر عالمِ ارواح اور عالمِ برزخ کے واردات معاملات متشابہات کا پردہ ڈالنا ماہر القادری صاحب کی بڑی زیادتی ہے۔

حضرات ناظرین ! ہم اس بحث سے بھی قطع نظر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ معراج کی شب میں بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام کی ملاقات عالمِ ارواح اور عالمِ برزخ کی ملاقات ہو یا عالمِ شہادت کی ملاقات ہو رسالت مآبؐ کی ملاقات بیداری میں اور عالمِ شہادت میں انبیاء کرام سے ہوئی ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ انبیاء کرام کسی عالم میں ہوں رسالتمآبؐ کو بیداری اور عالمِ جسمانی میں بیت المقدس اور آسمانوں میں ان کا مشاہدہ ہوا ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کی تابعداری کے پیشِ نظر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عالمِ برزخ اور عالمِ ارواح کے واقعات اور امور کا مشاہدہ کرامت اور خرقِ عادت کے طور پر اربابِ احوال کو کسی خاص حال اور مقام میں ہونا ممکن اور جائز ہے اور یہ ممکنات میں سے ہے۔ کہ بیداری میں کوئی صاحبِ حال اپنے مقام سے عالمِ برزخ اور عالمِ ارواح میں رسالت مآبؐ اور صحابہ کرام کا مشاہدہ کرے (ہم تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو آگے بیان کرینگے)

ایڈیٹر "فاران" کی عجیب باتیں

محترم ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں :-

"اس شخص نے کوئی ایسی بات کہی تھی تو مولانا احمد علی لاہوریؒ کو اسے تنبیہ کرنی تھی کہ تو وہ بات کہہ رہا ہے جس کا ثبوت کتاب و سنت سے نہیں ملتا۔ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور آئمہ فقہ و حدیث کی کسی محفل میں وفات پانے کے بعد حضورؐ کا آنا ثابت نہیں"۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون سے ایسے امور اور جذبات ہیں جنہوں نے ماہر القادری صاحب کے ذہن کو اس قدر اُلجھن میں ڈال دیا اور بے راہ کر دیا ہے کہ جو معنیٰ ڈاکٹر صاحب کی عبارت اور حضرت مولاناؒ کے جواب میں مذکور اور مراد نہیں ہیں۔ کتاب و سنت، صحابہ و تابعین کے آثار اور آئمہ حدیث و فقہ کے اقوال سے اس کی نفی کرتے ہیں۔ اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو الزام دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ در حقیقت وہ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تائید میں کلام کو طول دے رہے ہیں۔ محافل اور مجلسوں میں رسالت مآبؐ کے تشریف لانے کا ڈاکٹر صاحب موصوف دعویٰ اور اثبات ہی نہیں کرتے۔ اور ماہر القادری صاحب بھی اس کی نفی کرتے ہیں اور جس معنیٰ کو ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے اور بیان کرتے ہیں ماہر القادری صاحب بھی نہ اس کی نفی کرتے ہیں اور نہ انکار،

حضرات قارئین خود اس کا فیصلہ کریں کہ ماہر القادری صاحب ڈاکٹر صاحب کی تائید کرتے ہیں یا آپ کی مخالفت میں محض لاف زنی

[1] موجودہ دور میں سائنس نے اس مسئلہ کو اور صاف کر دیا ہے۔ اگر ایک شخص امریکہ میں تقریر کر رہا ہو اور پاکستان میں ٹیلیویژن پر اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اُس کی آواز سنی جا سکتی ہے تو روحانی ذریعہ سے کیوں حضور علیہ السلام کی رؤیت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔

کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولاناؒ کی عبارت کا جو منطوق ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کسی صاحب حال کو حضورؐ کی رؤیت ہو سکتی ہے اور مشاہدہ ہو جاتا ہے اور اس قدر معنیٰ سنت میں صحابہ کے آثار میں مذکور اور ثابت ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین اس کا انکار نہیں کرتے اور آئمہ حدیث و فقہ کے ہاں اس کے ثبوت کی تصریحات کثرت سے ملتی ہیں۔

سنت میں حضورؐ کی رؤیت اور مشاہدہ

صحیح مسلم میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا۔ میں آئندہ اوراق میں اس حدیث کو تفصیل سے لکھوں گا اس وقت مختصراً اس قدر بتانا مقصود ہے کہ رسالت مآب یہ وعدہ فرماتے ہیں کہ بیداری میں حضورؐ کا مشاہدہ اور دیکھنا ہو سکتا ہے۔

صحابہ کے آثار میں حضورؐ کا دیکھنا اور مشاہدہ

عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کی خدمت میں ایسے وقت حاضر آئے کہ آپ اپنے گھر میں محصور تھے اور آپ نے عبداللہ بن سلام کو فرمایا "میرے بھائی میں نے اس خوف میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور انہوں نے مجھے فرمایا اے عثمان لوگوں نے تیرا محاصرہ کیا ہے؟ میں نے کہا" ہاں حضورؐ پھر فرمایا "تجھے پیاسا کر دیا ہے؟" میں نے کہا "جی" حضور نے میری طرف پانی کا ڈول بڑھایا اور میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ آپ نے فرمایا "اگر چاہو تو لوگوں کے مقابلہ پر میں آپ کی مدد کروں اور یا یہ کہ تم ہمارے پاس آ کر سیراب ہو"۔ میں نے حضور کے پاس جا کر سیراب ہونا پسند کیا چنانچہ اسی دن حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے (الحاوی ص۴۴۵) طبرانی ثقہ روایت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کثیر بن الصلت کو فرمایا "میں نے حضورؐ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا اور حضور نے مجھے فرمایا عثمان کل آپ ہمارے پاس ہوں گے آپ کل شہید کئے جاویں گے" مجمع الزوائد ص۹۳ ج۹

حدیث اور فقہ کے ائمہ کو حضورؐ کا مشاہدہ۔

وفاء الوفا اور الحاوی میں بہت سے حضرات ائمہ حدیث و فقہ کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔ جنہوں نے بیداری میں حضورؐ کو دیکھا ہے میں بھی آگے چل کر ایسے حضرات ائمہ ملت کے اسماء گرامی ذکر کروں گا ماہر القادری صاحب نے سنت پر صحابہ کے آثار پر ائمہ حدیث و فقہ کے واقعات پر توجہ نہیں فرمائی محض جماعتی رقابت اور ضد میں آنکھیں بند کر کے انہوں نے دعویٰ کر دیا ہے کہ سنت، صحابہ کے آثار ائمہ حدیث وفقہ کے واقعات میں حضور کی روئیت اور مشاہدہ کو ثابت نہیں کیا جا سکتا اس کے بعد ماہر القادری صاحب لکھتے ہیں (اس قسم کا عقیدہ رکھنا ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام اسی طرح زندہ ہیں کہ وہ محفلوں اور جلسوں میں شرکت کرتے اور گفتگو فرماتے ہیں) خدا جانے ماہر القادری صاحب کے کان میں کسی نے چپکے سے یہ کہہ دیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولاناؒ اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ ہے۔ جو ماہر القادری صاحب نے بیان کیا ہے ڈاکٹر موصوف کی عبارت اور حضرت مولاناؒ کے جواب میں یہ عقیدہ مذکور نہیں ہے اور حضرت مولاناؒ اور آپ کے نیاز مندوں کا یہ عقیدہ قطعاً نہیں ہے یہ طوفان ماہر القادری صاحب کا اٹھایا ہوا ہے ماہر القادری صاحب یہ عقیدہ کس گدام سے اٹھا کر لاتے ہیں جو بیچارے ڈاکٹر مناظر حسین نظر کے سر تھوپ رہے ہیں البتہ حضرت مولاناؒ، ڈاکٹر صاحب موصوف اور حضرت مولاناؒ کے تمام نیاز منداس کو باور کرتے ہیں کہ ارباب احوال اور اولیاء امت کے لئے خرق عادت اور کرامت کے طور پر حضورؐ اور صحابہ کا مشاہدہ اور گفتگو کرنا یقیناً ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہٗ نے حضورؐ اور حضرت علیؓ کو بیداری میں دیکھا، آپ سے گفتگو فرمائی اور ایک فقیہہ عہد نے اُن کی مجلس میں حضورؐ کو دیکھا اور ایک حدیث کے بارے میں حضورؐ سے گفتگو کی اور حضورؐ نے جواب ارشاد فرمایا (حوالہ آگے آئے گا) پھر شیخ شعرانی نے حضورؐ کو دیکھا اور ایک مجلس کی طرح آپ سے گفتگو کی۔ (حوالہ گزر چکا ہے)

ماہر القادری صاحب اپنے سائل کے جوابات کے منفی پہلو کو زیادہ سے زیادہ تاریک اور گہرے اندھیرے میں لے گئے ہیں اور اس قدر نیچے چلے گئے ہیں کہ منفی گہرائیوں سے باہر نہیں آئے انھوں نے مسئلہ کے مثبت اور روشن پہلو پر کچھ نہیں لکھا اس لئے میں اصل مسئلہ کے مثبت اور ایجابی پہلو پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ واللہ الموفق والمعین۔

ارباب احوال کے مشاہدات کا انکار۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی طرح اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہ کی کرامات میں عالم غیب کے امور یا اشیاء کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے انکار کی طرح اولیائے کرام کی کرامات کا انکار کرنا اسلام میں جرم ہے اور مسلمانوں کے لئے مذموم ہے۔ اولیائے کرام کے احوال میں فرق عادت امور کا انکار کرنا مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کی خدمت نہیں ہے جس نے اولیاء کی کرامات کو انبیاء کے معجزات سے الگ کرنا چاہا ہے اس نے دراصل انبیاء علیہم السلام کے معجزات کے انکار کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی کرامات کے انکار ہی سے معجزات کے انکار کی ابتداء ہوتی ہے امت مسلمہ کے صدہا نہیں ہزارہا بلکہ لکھو کھا ارباب احوال ایسے حضرات اولیاء گذرے ہیں۔ جن کے فرق عادت امور و احوال سیر اور مناقب کے صحائف میں مذکور و محفوظ ہیں۔ اور ان کو اہل علم نبوت محمدیہ کے دلائل سمجھتے اور ایمانیات میں اذعان وایقان میں اضافے کا سبب جانتے ہیں اولیائے کرام کی کرامات اور خرق عادت احوال میں شکوک و شبہات نبوت محمدیہ کے دلائل و براہین میں شک و شبہ کے برابر برے سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن قیمؒ سکینہ کے معانی اور مراد کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (سکینہ انبیاءؑ کا معجزہ ہے اور انبیاء کے سلوک کے لئے کرامت ہے اور نصرت الٰہی کی علامت ہے جب کہ ان کی للکار بوقت قتال دشمنوں کے قلوب کو مرعوب کرتی اور مقابلے کی تاب سے باہر لاتی ہے) پھر حافظ لکھتے ہیں (کہ اولیاء کی کرامات، انبیاء کرام کے معجزات سے ہیں. اسلئے کہ انبیاء پر ایمان اور انبیاء کی صحبت و اتباع کے سبب اولیاء کرام کو کرامات سے نوازا جاتا ہے یہ کرامات اولیاء کے حق میں کرامات ہیں اور انبیاء کے لئے نبوت کے دلائل ہیں اس وجہ سے اولیاء کی کرامات انبیائے کرام کے معجزات کے معارض نہیں ہوتی ہیں، بلکہ اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیہم کی کرامات انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کے شواہد ہیں) (مدارج السالکین ص۵۰۵ جلد دوم)

غرض یہ کہ اولیاء کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی طرح ان کی نبوت کے دلائل و شواہد ہیں۔ اس لئے اولیاء کے کرامات میں عوام ان کے شریک نہیں ہوتے ہیں۔ شیخ عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں۔ اولیاء رحمتہ اللہ علیہم پہ ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ حضرات زمین و آسمان کے عجائبات کو دیکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو عالم برزخ میں ان کے مقامات عالیہ

پر زندہ دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو انبیاء کے معجزات کی شان ہے وہی حیثیت اولیاء کی کرامات کی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں تحدی ہے اور کراماتِ اولیاء میں تحدی نہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اس فکرِ صحیح اور حقیقتِ واقعیہ کا انکار صرف جاہل کرتا ہے"۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (سادات صوفیہ کا طریقہ سب سے زیادہ صواب ہے اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ بلکہ اگر عقلاء کی عقل اور حکماء کی تمام حکمت اور اسرارِ شرع کے واقف کار اہل علم کا علم ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق کو ایسے سیر و اخلاق میں تبدیل کرنا چاہیں۔ جو ساداتِ صوفیہ کے سیر و اخلاق سے بہتر ہیں تو عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور اسرارِ شرع کے واقف کار اہلِ علم کے علم کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ ساداتِ صوفیہ کی تمام حرکات و سکنات اور ان کے ظواہر و بواطن مشکوٰۃ نبوت کے نور سے روشن ہوتے ہیں یہاں تک کہ ساداتِ صوفیہ بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کو دیکھتے، ان کی باتیں سنتے اور ان سے استفادہ کرتے ہیں اور سادات صوفیہ ایسے بلند اور نازک درجات پر پہنچتے ہیں جن کی حکایت و ترجمانی کرنے سے زبان قاصر ہے"

قاضی ابوبکر ابن عربی امام مالکیہ قانونِ تاویل میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کو طہارتِ نفس اور تزکیۂ قلب حاصل ہو جاتا ہے، دنیا کے اسبابِ جاہ و مال وغیرہ علائق سے وہ الگ ہو جاتا ہے اور دوام و استمرار کے ساتھ علم و عمل میں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری پوری توجہ اور دھیان کا وافر حصہ اس کو نصیب ہو جاتا ہے، تو ایسے حضرات کے قلوب کھل جاتے ہیں وہ فرشتوں کو دیکھتے، ان کی باتوں کو سنتے اور ارواحِ انبیاء پر مطلع ہوتے ہیں اور ان کے ارشادات کو سنتے ہیں۔ (الحاوی ص۴۴۱ جلد دوم)

یہ حضراتِ علماء شرعی علوم فقہ و حدیث میں امام کی حیثیت سے معروف مسلّم ہیں۔ ان حضرات نے یہ کہا کہ اولیاء کی یہ کرامت ہے کہ وہ بیداری میں عالمِ غیب اور برزخ میں انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں اور زمین و آسمان کے عجائبات بھی بیداری میں ان کو نظر آتے ہیں۔ ان حضرات میں حافظ ابن قیمؒ نے یہ کہا ہے کہ اولیاء کی کراماتِ انبیاء کی نبوت کے دلائل اور ان کے صدق کے شواہد ہیں اور امام یافعی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کے معجزات کی شان کی طرح اولیاء کی کرامات کی شان ہے اور امام غزالی کے نزدیک اولیاء کی کرامات مشکوٰۃ نبوت کی روشنی ہیں۔ ابن عربی کے ہاں کراماتِ اولیاءً طہارت نفس، تزکیۂ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ جو شخص حضرت مولٰنا احمد علی صاحب قدس سرہٗ کے درس کے وقت ایک صاحبِ حال کی کرامت اور حضور کی رویت اور مشاہدے میں کیڑے نکالتا ہے تو وہ صرف اولیاء کی کرامات میں کیڑے نہیں نکالتا۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل اور صدق کے شواہد میں معجزات نبوت کی شان اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں اور طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب اور اقبال علی اللہ کے انوار و برکات میں کیڑے نکالتا ہے ان حضراتِ علماء کی طرح دوسرے آئمہ شریعت نے بھی یہ کہا ہے کہ بیداری میں اربابِ احوال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھنا اور ان کی زیارت کرنا ان کی کرامت ہے اور ان حضرات نے اس فکر اور حقیقت کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے

چنانچہ حافظ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ "الاعلام بحکم عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلامؑ" میں لکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ کہ آئمہ شریعت کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ اولیاء کی ایک کرامت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھتے ہیں۔ اور حضور سے ملتے ہیں۔ اور وہ اپنی تقدیر و استعداد کے مطابق رسالت مآب علیہ السلام سے معارف و مواہب لیتے اور سیکھتے ہیں۔ آئمہ شافعیہ میں امام غزالی، امام بارزی، امام ابن سبکی، امام یافعی۔ آئمہ مالکیہ میں امام قلبی، امام ابن ابی جمرۃ امام ابن الحاج اس فکر و نظر کی تصریح کرتے ہیں (الحاوی ص۲۹۱ جلد دوم)

سنّتِ صحیحہ میں حضورؐ کا مشاہدہ

میں یہ سمجھتا ہوں کہ متعدد ائمہ شریعت کے اقوال کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو مذکورہ فکر کے صحیح و ثابت ہونے میں شبہ نہ ہونا چاہیئے لیکن بعض حضرات کو علماء کے فکر و قول کے ماخذ تلاش کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے حضرات کے اطمینان کے لئے میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشاد گرامی کو علماء کے مذکورہ نظریہ کے ماخذ کی حیثیت سے پیش کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کتاب الرؤیا میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھ لے گا" اور جامع صغیر میں بھی اسی طرح کی حدیث مذکور ہے۔ جامع صغیر میں اس حدیث پر صحت کی نشانی لگا دی گئی ہے۔

حضورؐ کے اس ارشاد کے معنٰی یہی ہیں کہ جس نے آپ کی ذات عالیہ کو خواب میں دیکھا۔ وہ بیداری میں بھی حضور کو دیکھنے کی توقع رکھ سکتا ہے۔

حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تنویر الحلك في امكان رؤية النبيّ و الملك" کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں: "بار بار یہ سوال کیا گیا کہ اربابِ احوال نے بیداری میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے؟" ہمارے زمانہ میں جن حضرات کا علم میں کوئی مقام نہیں۔ انہوں نے اس کے انکار میں شدت سے کام لیا اور بڑا مبالغہ کیا اور اس امر سے بڑا تعجب کیا اور ان کا دعویٰ ہے کہ حضورؐ کا بیداری میں دیکھنا محال ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں میں نے یہ رسالہ تحریر کیا اور میں اس مسئلہ کی صحت و ثبوت کے لئے اس صحیح حدیث سے تمسک کرتا ہوں جس کو مسلم بخاری اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے بالترتیب کتاب الرؤیا کتاب العلم اور باب فی الرؤیا میں روایت کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، حضورؐ نے یہ فرمایا "جس نے مجھے خواب میں دیکھا ہے وہ بیداری میں عنقریب مجھے دیکھ لے گا"

سید آلوسی آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اور حافظ سیوطی مذکورہ تالیف میں اس حدیث کی شرح میں امام ابن ابی جمیرہ کی بحث کو نقل کرتے ہیں۔ امام ابن ابی جمیرہ فرماتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ عام ہیں۔ اس میں قیامت کے دن کی تخصیص اور حضورؐ کی حیات کی تخصیص وغیرہ کسی دلیل اور مخصص کے بغیر ضد اور ظلم ہے اور فرمایا جو لوگ اس حدیث کے عموم کا انکار کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات تک اس ارشاد گرامی کو مختص کرتے ہیں

ایسے لوگ ایسی ذات بابرکات کے ارشاد کی تصدیق سے جی چراتے ہیں جس نے وحی کے بغیر اپنی خواہش سے کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔ ایسے لوگ اللہ قدیر کی قدرت سے ناآشنا ہیں اور ایسے لوگ بہرے اور اندھے ہیں۔ انہوں نے سورہ بقرہ میں گائے کا قصہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پرندوں کا قصہ اور حضرت عزیرؑ کے بارے میں دوبارہ زندگی کا قصہ شاید سنا اور پڑھا نہیں۔

جس ذات کو اس پر قدرت حاصل ہے کہ گائے کے ایک حصہ کے ضرب کو میت کی زندگی کا سبب بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلا دے کو پرندوں کی زندگی کا سبب بنایا اور اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے تعجب کو ان کی اور گدھے کی موت کا سبب بنا کر پھر انہیں سو سال بعد زندہ کیا۔ کیا اسے قدرت نہیں کہ حضورؐ کی خواب میں زیارت کو بیداری میں زیارت کا سبب بنا دے۔

بہت سے علماء نے اس حدیث کے مطابق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر عالم بیداری میں دیکھا اور حضورؐ سے اپنی مشکلات کے حل کرنے کے لئے التجا کی۔ حضورؐ نے ان مشکلات سے نجات پانے کی تدابیر بتلائیں اور وہ حضرات ان تدابیر کے ذریعہ مشکلات سے نکلے ہیں۔

ابن ابی جمیرہ پھر اسی مضمون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو لوگ بیداری میں حضورؐ کی زیارت کا انکار کرتے ہیں اگر وہ لوگ کراماتِ اولیا کے منکر ہیں تو ان سے ہماری بحث نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایسی بات کو جھٹلاتے ہیں جو سنت سے بدلائل واضح اور ثابت ہے اور اگر ایسے لوگ کرامات کے قائل ہیں تو اولیا کے لئے خرق عادت کی حیثیت سے عالم علوی اور عالم سفلی کی اشیا سے حجاب اٹھایا جاتا ہے اور وہ اشیا ان کے سامنے منکشف ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کو کرامات اولیا کی تصدیق کے بعد حضورؐ کے مشاہدے سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

(الحاوی صفحہ ۴۴۸ جلد دوم)

غرض یہ کہ بیداری میں حضورؐ کی زیارت کا انکار کتاب وسنت کے لحاظ سے ایک قبیح امر ہے۔ بہت سے علماء کو اللہ جل شانہٗ نے بیداری میں اس مقام سے مشرف فرمایا ہے یہ امر تواتر کو پہنچا ہوا ہے اور اہل تحقیق کے ہاں اس کے انکار کی گنجائش نہیں۔

بیداری میں رویت ومشاہدہ کے معنیٰ کیا ہیں؟

اہل علم کو اتفاق ہے کہ بیداری میں بھی حضورؐ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ہوتا رہا ہے اگر اختلاف ہے تو کیفیت میں اختلاف ہے مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ حضورؐ کسی محفل میں اور کسی اجلاس میں اس طرح تشریف لاتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں جو حافظ سیوطیؒ نے بیان فرمائے ہیں (یہ رویت بصری ایسی رویت بصری نہیں ہے جیسا کہ ہماری متعارف رویت ہے بلکہ وہ جمعیت حالیہ ہے۔ برزخی حالت ہے، وجدانی امر ہے جس کی حقیقت کا صحیح اندازہ صرف وہی شخص کرسکتا ہے جس کو یہ برزخی کیفیت اور اس نوع کا وجدان حاصل ہے اور اس کی طرف شیخ دلاصیؒ نے یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے اخذتني اخذة فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مجھ کو پکڑا پکڑنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

(الحاوی صفحہ ۴۵۰ جلد ۲)

غرض یہ کہ جس کو یہ حالت برزخی وارد ہوتی ہے اس کے قلب کے انوار سے اس کا حاسہ بصر روشن ہوتا ہے تو ایسا صاحب حال رویت بصری کے شرف سے مشرف ہوتا ہے۔

ارباب احوال کے مختصر واقعات

قاضی شرف الدین بارزی فرماتے ہیں میں نے اپنے زمانہ کے اولیا اور گزشتہ دور کے اولیاء کے متعلق بھی سنا ہے کہ انہوں نے بیداری میں حضورؐ کی وفات کے بعد زیارت کی ہے۔ (الحاوی صفحہ ۴۴۲)

سید آلوسی نے آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اور حافظ سیوطیؒ نے تنویر الملک میں لکھا ہے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ظہر سے قبل حضورؐ کو دیکھا اور ظہر کے بعد حضرت علیؓ کو دیکھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تم کیوں نہیں بولتے ہو؟ بولو۔ میں نے کہا "بغداد کے فصحاء کے سامنے کیسے بولوں میں عجمی آدمی ہوں۔

(الحاوی صفحہ ۴۴۳ جلد ۲)

شیخ ابی العباس مرسیؒ فرماتے ہیں میں نے اس ہاتھ سے حضورؐ کے سوا کسی اور سے مصافحہ نہیں کیا ہے اور فرمایا اگر میں ایک لمحہ کے لئے بھی حضورؐ کی زیارت کے شرف سے محروم ہو جاؤں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہ کروں۔

(الحاوی صفحہ ۴۴۴)

شیخ الوسیؒ فرماتے ہیں "میں ۶۷۳ھ میں حرم کے اندر موجود تھا مجھ پر ایک حال وارد ہوا جس میں حضورؐ اور آپ کے ہمراہ دس صحابہؓ کو میں نے دیکھا اور آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے بھی ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ابوالعباسؒ فرماتے ہیں میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا کہ آپؐ اولیا کے لئے ولایت کے تعاسیر لکھتے تھے۔

(الحاوی صفحہ ۴۴۵)

ایک فقیہ کی مجلس میں ایک ولی حاضر ہوا۔ اس فقیہ نے حدیث سنا دی۔ اس ولی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے کہا تم کہاں سے بولتے ہو کہ یہ حدیث باطل ہے اس ولی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سر پر کھڑے ہیں آپ پوچھ لیں۔ اس فقیہ کی آنکھوں سے بھی حجاب اٹھا اور اس نے بھی حضورؐ کو دیکھا اور اس کے سوال کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا "میں نے یہ بات نہیں کہی ہے"

(الحاوی صفحہ ۴۴۶ جلد ۲)

اربابِ احوال کے واقعات پر اہلِ علم کا تبصرہ

اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں لیکن ہمیں بالاستیعاب ان کا ذکر کرنا مقصود نہیں ہے۔ غرض صرف اس قدر ہے کہ اربابِ احوال کے اس قسم کے واقعات ثابت ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض حضرات کو ایسے واقعات پر تعجب اور استبعاد ضرور ہوتا ہو گا اور ہونا بھی چاہئے مگر اس قسم کے واقعات پر انکار و ندمت کا لہجہ اختیار کرنا اور بے اطمینانی کا اظہار کرنا فضول اور لغو حرکت ہے۔ امت میں ایسے اشراف ضرور ہوتے ہیں جن کے ظاہر اور باطن میں طہارت اور تزکیہ کی ایسی

باقی برصفحہ ۱۸

استفتاء

دربارۂ ظہور امام مہدی و نزول حضرت عیسیٰ

علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

(از دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

حسب ذیل مسائل کے بارہ میں اہلسنت والجماعت کے صحیح عقائد سے آگاہ فرمائیں:۔

(۱) کیا حضرت امام مہدی آخرالزمان حضرت امام حسینؓ کی اولاد سے ہونگے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں؟ احادیث نبویہ کی روشنی میں حضرت مہدی کے لئے امام حسینؓ یا امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہونا بیان فرمائیں۔

(۲) حضرت امام مہدی کب اور کہاں پیدا ہونگے؟ اُن کا اسم مبارک اُن کے والدین کا اسم مبارک اُن کے بارہ میں آوازِ غیب اور جامع حالات امام مہدیؒ اور حضرت عیسیٰؑ تحریر فرماویں۔

(۳) نازل ہونے والے حضرت عیسیٰؑ سے عیسیٰؑ ابن مریمؑ مراد ہیں یا کوئی اور عیسیٰ؟ کیونکہ آج کل کئی مسیح موعود بنے پھرتے ہیں۔ لامذہب حضرات یہ کہتے ہیں کہ احادیث متعلقہ مہدی و نزول عیسیٰ جو سنی حضرات بیان کرتے ہیں وہ موضوع اور ضعیف ہیں بلکہ اصلی مہدی، ابن حسن عسکری یا مرزا غلام احمد قادیانی ہے؟ جواب سے مطلع فرمادیں۔

المستفتی امیر حسین بلاک نمبر ۱۰ مکان نمبر ۳۲
گلی نمبر ۳ گلی بلابند سرگودھا شہر

الجواب وباللہ التوفیق۔ جواب سوال ۱

حضرت مہدی موعود کا فاطمی اور خانوادہ رسولؐ میں سے ہونا احادیث قویہ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اکثر روایات میں حضرت مہدی کے بارہ میں رجلٌ من اهل بیتی (یعنی میرے خاندان اہل بیت میں سے ہوگا) اور من عترتی (میری اولاد میں سے) کے الفاظ موجود ہیں۔ ترمذی شریف ج ۲ ص ۴۶ میں متعدد روایات ہیں جنہیں امام ترمذی نے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ نیز ابوداؤد کی روایت میں ہے:۔

عن ام سلمۃؓ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المہدی من عترتی من اولاد فاطمۃؓ (مشکوٰۃ ص ۴۷۰ روایت ابوداؤد وغیرہ)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی سید اور فاطمۃ الزہراء کے اولاد میں سے ہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس بارہ جو متعدد روایات وارد ہوئے ہیں وہ معنی حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں رہی یہ بات حضرت مہدی۔ امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہونگے یا امام حسینؓ کی اولاد میں سے تو بعض روایات میں حضرت امام حسنؓ کی اولاد اور بعض میں امام حسنؓ کی اولاد میں سے ہونا ذکر ہے۔ دونوں روایات میں تعارض نہیں محدثین نے دونوں میں تطبیق کی ہے کہ حضرت مہدی والدہ اور والد ماجد دونوں جانبوں سے نجیب الطرفین سید ہونگے والدین میں سے ایک سلسلہ حضرت امام حسن اور ایک حضرت حسینؓ سے ہوگا۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی ہیثمیؒ نے بھی یہی تصریح فرمائی ہے۔

(۲) حضرت امام مہدیؒ کے اجمالی حالات (حضرت امام مہدیؒ) کے علامات ظہور ان کے حالات، شکل وشباہت اور شمائل و عادات احادیث نبویہ میں مفصلاً مذکور ہیں حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے علامات قیامت کے ضمن میں ان چیزوں کو بھی مفصل اور یکجا جمع کیا، ہے اس رسالہ کی بنیاد آیات قرآنیہ اور مستند احادیث نبویہ پر ہے یہاں ان کے رسالہ علامات قیامت سے اجمالاً مختصر حالات نقل کئے جاتے ہیں

حضرت امام مہدی کے ظہور کی علامت یہ ہوگی کہ اس سے قبل ماہ رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ ندا آئے گی۔ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوا لہ واطیعوا (یہ خدا کا خلیفہ مہدی ہے اس کا حکم سُنو اور مانو) اس آواز کو اس جگہ کے تمام خاص و عام سن لیں گے۔ حضرت امام مہدیؒ سید اور اولاد فاطمہؓ میں سے ہیں۔ آپ کا قد و قامت قدرے لمبا بدن چست۔ رنگ کھلا ہوا اور چہرہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے مشابہ ہوگا نیز آپ کے اخلاق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح مشابہت رکھتے ہونگے آپ کا اسم شریف محمدؐ والد کا نام عبداللہ والدہ صاحبہ کا نام آمنہ ہوگا۔ زبان میں قدرے لکنت ہوگی جس کی وجہ سے تنگ دل ہوکر کبھی کبھی ران پر ہاتھ مارتے ہونگے آپ کا علم لدنی (خدا داد) ہوگا۔ بیعت کے وقت عمر چالیس سال کی ہوگی خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی شام، عراق اور یمن کے اولیاء کرام اور ابدال عظام آپ کی مصاحبت میں اور ملک عرب کے بے انتہا آدمی آپ کی افواج میں داخل ہو جائیں گے اور اس خزانہ کو جو کعبہ میں مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے (آگے مفصل حالات ہیں یہانتک کہ دجال کے دمشق پہنچنے سے قبل) حضرت امام مہدی علیہ السلام دمشق آچکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری وترتیب فوج کرچکے ہونگے اور اسباب حرب وضرب تقسیم کرتے ہونگے کہ مؤذن عصر کی اذان دے گا۔ لوگ نماز کی تیاری میں ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے کاندھوں پر تکیہ کئے آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کی شرقی منارے پر جلوہ افروز ہوکر آواز دیں گے کہ مسلم (سیڑھی) لے آؤ پس سیڑھی حاضر کردی جائے گی آپ اسکے ذریعہ سے فروکش ہوکر حضرت امام مہدیؒ سے ملاقات فرمائیں گے۔ امام مہدیؒ نہایت تواضع و خوش خلقی کے ساتھ آپ سے پیش آئیں گے۔ (صحیح مسلم وغیرہ) اور فرمائیں گے یانبی اللہ امامت کیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرمائیں گے کہ امامت نہیں کرو کیونکہ تمہارے بعض بعض کے لئے امام ہیں اور یہ عزت اسی امت کو خدا نے دی ہے۔ پس امام مہدیؒ نماز پڑھائیں گے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اقتدا کریں گے (اس کے بعد دونوں اکھٹے رہ کر دجال کا مقابلہ، کفر و ضلالت کا استیصال کریں گے) تمام زمین امام مہدیؒ کے عدل وانصاف کے چمکاروں سے منور و روشن ہوجائے گی ظلم وبے انصافی کی بیخ کنی ہوگی — آپ کی عمر ۴۹ سال کی ہوگی بعد ازاں حضرت امام مہدیؒ کا وصال ہوجائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازے کی نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے اس کے بعد تمام چھوٹے بڑے انتظامات حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ میں آجائیں گے۔ دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کا قیام چالیس سال رہے گا (یہ تمام حالات صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں تفصیل کے لئے شاہ رفیع الدین دہلوی کی کتاب علامات قیامت دیکھئے)۔

جواب سوال ۳: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قیامت سے قبل عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ قرآن وحدیث کے بے شمار واضح نصوص قطعیہ سے یہ عقیدہ ثابت ہے۔

اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں۔ نزول عیسیٰ بن مریمؑ کے بارہ میں اس کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ علماء نے اسے مستقل کتابوں میں جمع کیا ہے حضرت علامۃ العصر مولانا انورشاہ کشمیریؒ نے اس موضوع پر عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰؑ اور التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) میں حیات مسیح و نزول عیسیٰ علیہ السلام

کو محققانہ انداز سے ثابت کیا ہے یہ تمام روایات متعدد اور احادیث تواتر کے حد تک پہنچ گئے ہیں رہا یہ کہ عیسیٰؑ سے ابن مریمؑ مراد ہیں یا کوئی اور عیسیٰ ہو تو اس بارہ میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث نزول عیسیٰؑ میں صرف ابن مریمؑ کہکر ان دجالین و کذابین کی جڑ کاٹ دی ہے عیسیٰؑ کا لفظ اکثر روایات میں ذکر ہی نہیں تاکہ کل کوئی دجال اس نام سے غلط فائدہ نہ لے سکے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی مشہور حدیث ہے :۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم "ابن مریم" حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد (حدیث حسن صحیح مشکوٰۃ ص۴۷۹ بحوالہ مسلم نیز ترمذی ج ۲ ص۴۶)

(ترجمہ) فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے ربّ کی قریب ہے کہ مریم کا بیٹا (عیسیٰؑ) تم میں اتریں جو عادل ومنصف فیصلہ کرنے والے ہیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرکے کفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر کردیں گے۔ مال ودولت کی اتنی فراوانی ہو جائے گی کہ کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

بخاری شریف ومسلم شریف کی دوسری حدیث میں ہے :۔

قال کیف انتم اذا نزل "ابن مریم" فیکم واما مکم منکم (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص۴۸۰)

(ترجمہ) اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ابن مریمؑ تم میں نازل ہوں گے اور تمہارے امام (مہدی) تم ہی میں سے ہونگے۔

حضرت جابر کی روایت میں ہے :۔

قال فینزل عیسیٰ بن مریم

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم شریف)

(ترجمہ) فرمایا حضورؐ نے کہ پھر عیسیٰ بن مریم نازل ہونگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے :۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسیٰؑ بن مریمؑ الی الارض فیتزوج و یولد لہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰؑ بن مریمؑ فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر۔

(مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ ص۴۷۹)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ زمین میں نازل ہونگے۔ شادی کریں گے۔ اور ان کی اولاد بھی پیدا ہوگی اور ۴۵ سال تک ٹھہریں گے جو وفات پاکر میرے پہلو میں دفن ہونگے پھر قیامت کے دن میں اور عیسیٰ علیہ السلام اکٹھے حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کے درمیان قبر سے اٹھیں گے۔

اس کے علاوہ کئی احادیث ہیں جن میں ابن مریمؑ (مریمؑ کے بیٹے) کی تصریح موجود ہے اور نزول عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بارے میں از اول تا آخر علامات بیان کئے گئے ہیں ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مسیح موعود یا مہدی آخر الزمان ہونے کا دعوے کرے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ علامات سے ہٹ کر کوئی شخص مہدی موعود یا نزول مسیح موعود یا دجال وغیرہ واقعات کے بارہ میں قیاس آرائیاں کرے تو اسے مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں دینی چاہئے رہا امام حسن عسکری کا مہدی موعود ہونا تو اہل سنت والجماعت کے نزدیک اس کی کوئی حقیقت نہیں شیعوں نے ابتدا سے خروج مہدی کے بارہ میں از خود ائمہ عظام اہلبیتؓ کو منسوب کرکر قیاس آرائیاں کی ہیں جو ہمیشہ غلط ثابت ہوئی ہیں خود شیعہ کتب میں مذکور ہے کہ

(۱) ائمہ نے ۱۴۰ھ میں خروج مہدی کا وعدہ کیا تھا مگر وہ پورا نہ ہوا۔

(نصیحۃ الشیعہ ج۲ بحوالہ صافی شرح کافی)

(۲) امام جعفر صادقؓ خود مہدی ہونے والے تھے مگر نہ ہوئے۔

(نصیحۃ الشیعہ بحوالہ کتاب الغیبۃ الطوسی)

(۳) امام موسیٰ کاظمؒ نے خروج مہدی کے لئے ۲۰۰ھ مقرر کیا تھا وہ بھی پورا نہ ہوا۔

(نصیحۃ الشیعہ ج ۲ ص۲۳۸)

یہ روایات اور یہ خروج مہدی کے اوقات آئمہ کے نام پر شیعوں کو ارتداد سے روکنے کے لئے گھڑے جاتے رہے کہ مہدی کا وقت مقرر ہے اور بہت جلد آنے والے ہیں چنانچہ حسب روایات کتب شیعہ خود امام باقرؒ نے ان کی تردید وتکذیب کی ہے اصول کافی کی روایت ہے :۔

عن الفضل بن یسار عن ابی جعفرؑ قال قلت لھذا الامر وقتٌ فقال کذب الوقاتون کذب الوقاتون۔

(نصیحۃ الشیعہ ج ۲ ص۳۱ بحوالہ اصول کافی ص۲۳۳)

(ترجمہ) فضل بن یسار امام باقرؒ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ کیا اس امر (خروج مہدی) کے لئے کوئی وقت مقرر ہے امامؒ نے تین مرتبہ فرمایا کہ جھوٹ بولا تھا وقت مقرر کرنے والوں نے

فقط واللہ اعلم

المجیب الافقر الی اللہ سمیع الحق غفرلہٗ

خادم العلم بدار العلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۸ رمضان المبارک ۸۲ھ

حافظ نور محمد انور

نقد ونظر

شہادت امام مظلوم سیدنا عثمان رضی

تصنیف :۔ مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری

صفحات : ۴۷۶ ، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ، کاغذ سفید ، طباعت وکتابت عمدہ ، سرورق سہ رنگ آرٹ پیپر ، دیدہ زیب و دلکش ،

قیمت فی جلد مجلد پانچ روپے علاوہ محصول ڈاک

شائع کردہ : دار التصنیف والاشاعت ۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری علمی ، ادبی ، تبلیغی اور تنظیمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں ، آپ ایک مشہور خطیب ہونے کے علاوہ بلند پایہ صحافی اور مصنف بھی ہیں۔ آپ کی ادارت میں ہفت روزہ تنظیم اہلسنت و سہ روزہ "دعوت" کافی عرصہ شائع ہوتے رہے ہیں۔

شہادت امام مظلوم آپ کی ساتویں تالیف ہے۔ اور سیرت عثمانؓ کا یہ دوسرا حصہ ہے۔ جس کسی نے سیرت عثمانؓ کا مطالعہ کیا ہے وہ شہادت عثمانؓ کے لئے ضرور بیتاب ہوگا۔ الحمد للہ کہ شہادت عثمانؓ بھی منظر عام پر آگئی ہے :۔

اس کتاب میں مصنف نے مژدۂ شہادت فتنہ کا آغاز ، امام شہید کے خلاف اعتراضات اور ان کی حقیقت فتنۂ کبریٰ کے محرکات و عوامل ، ابن سبا اور اس کا فتنہ ، مالک اشتر اور اس کی سازشی پارٹی شکایات کی تحقیقات صبر واستقامت کا جبل جبیل ، حضرت امام کے فضائل ، قصر خلافت کے دروازہ پر تیر اندازی پرواتوں کی بے تابانہ قربانی ، شہادت کی تیاری اور شہادت ، امام مظلوم کا قاتل کون ہے۔ قاتلین امام کا عبرتناک انجام ، شہادت عظمیٰ پر اصحاب رسولؐ کے تاثرات ، اصحاب رسولؐ کا دامن بالکل بے داغ ہے ، حضرت عثمانؓ وعلیؓ کے خوشگوار تعلقات ، اور افہیم شہادت کے تاجدار جیسے عنوانات قائم کرکے اور مستند کتب و تواریخ کے حوالوں سے شہادت عثمانؓ پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایمان میں تازگی اور یقین میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ شائقین حضرات مندرجہ بالا پتہ پر خط لکھ کر کتاب منگوا سکتے ہیں۔

بقیہ:۔ احادیث الرسول

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلامؓ ایک جگہ درختوں کے پھلوں کو اکٹھا کر رہا تھا کہ اس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ میں تشریف لے آنے کا حال سنا وہ نبی صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں۔ جن کو سوائے نبیؐ کے کوئی نہیں جانتا ایک تو یہ کہ قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہوگا (جس کو جنت میں داخل ہو کر کھائیں گے) تیسری یہ کہ کون سی چیز ہے جو بیٹے کو باپ یا ماں کی طرف مشابہت کی طرف کھینچتی ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریل نے ابھی ابھی ان باتوں سے مجھ کو آگاہ کیا ہے۔ قیامت کی پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف کھینچ کر لے جائے گی اور جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کے کلیجہ کی زیادتی ہوگی یعنی جگر کا وہ ٹکڑا جو جگر سے علٰحدہ لٹک رہا ہے۔ اور بچے میں ماں باپ کی مشابہت کا سبب یہ ہے۔ کہ اگر مرد کا پانی (منی) عورت کے پانی پر غالب ہوتا ہے تو باپ بچے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے یعنی اس کی صورت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن سلامؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! یہود بڑی افترا پرداز قوم ہے اس کو جب میرا مسلمان ہونا معلوم ہوگا تو مجھ پر جھوٹے بہتان باندھیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ میرے اسلام کا حال معلوم ہونے سے پہلے آپ میری بابت ان سے دریافت کر لیں۔ چنانچہ یہود کو بلایا گیا (اور عبداللہ بن سلامؓ کہیں چھپ گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم میں عبداللہ بن سلامؓ کیسا شخص ہے۔ انہوں نے کہا ہم میں سے بہترین آدمی کا بیٹا ہے۔ ہمارا سردار ہے اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عبداللہ بن سلامؓ مسلمان ہو جائے تو کیا تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟ انہوں نے کہا۔ خدا اس کو اسلام سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلامؓ ان کے سامنے آ گئے اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود عبادت کے قابل نہیں اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہود نے کہا۔ ہم میں سے یہ شخص بہت بُرا ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے۔ اور ان پر طرح طرح کے عیب لگانے لگے۔ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا۔ یہی وہ بات ہے جس سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈرتا تھا۔

(بخاری)

منی آرڈر کوپن پر تفصیل ضرور دیا کریں

بقیہ ارباب احوال کی کرامات

روشنی ہوتی ہے جس نے بڑے بڑے سیاہ کاروں کے قلوب کے زنگ کو دھویا اور اطمینان کی روشنی ڈالی ہے۔ ایسے حضرات ایسے احوال سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ابن الحاجؒ مدخل میں کہتے ہیں بیداری کی حالت میں حضورؐ کی زیارت کا مسئلہ باریک مسئلہ ہے۔ بہت کم اور نادر الوجود حضرات کو یہ شرف حاصل ہوتا ہے لیکن جو اکابر اس رتبہ کے ہیں جن کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت فرمائی ہے ہم ان کے ایسے احوال سے منکر نہیں ہیں اور بعض علماء ظاہر نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کی وجہ لکھی ہے مگر ابن ابی جمرہ نے ان کے اشکال کو حل کیا ہے۔

(الحاوی صفحہ ۲۴۴ جلد ۲)

سید آلوسیؒ آیت خاتم النبیین کی تفسیر میں اس بحث میں لکھتے ہیں:

"حضورؐ کی رویت اور مشاہدہ کے واقعات بیداری میں سادات صوفیہ سے بکثرت منقول ہیں۔ سادات صوفیہ کی شان بڑی ہے۔ ان کے واقعات میں شک نہیں کرنا چاہئے۔ سادات صوفیہ کی جلالت شان اور کثرت ناقلین کے پیش نظر مجھ سے اس کہنے کی توقع مت کیجیو کہ سادات صوفیہ کے یہ واقعات اور حکایات بے اصل ہیں اور نیز ان کے واقعات میں مقامی رویت کا میں اقرار نہیں کرتا اور نہ میں ان کی رویت کو مقامی رویت تسلیم کرتا ہوں بلکہ بات یہ ہے کہ بیداری میں حضورؐ کی رویت خارق امر ہے جب کہ اولیاءؒ کی کرامات اور انبیاء کے معجزات خرق عادت ہوتے ہیں"

اور اس کے بعد سید آلوسیؒ نے صدرِ اول میں اس قسم کے واقعات کے نہ ہونے یا کم ہونے کے علل اور مصالح بھی ذکر کئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں تو وہاں پڑھ لیجئے۔

غرض یہ کہ اس قسم کے احوال اور الطافِ خداوندی اولیاء کی کرامات ہیں اور اس قسم کے احوال کے انکار کی جرأت نہیں کرنی چاہئے۔ سادات صوفیہ کے ظواہر اور بواطن کی اللہ نے حفاظت کی ہے اور ان کے قلوب اور بواطن میں اللہ جلّ نے طہارت اور راستی کو ودیعت کیا ہے۔ سادات صوفیہ غیر واقعی احوال کے کہنے اور بتلانے کی مذموم جرأت نہیں کرتے اور سادات صوفیہ کے اس قسم کے احوال کو نقل کرنے والوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ ان حضرات کو جھٹلانا بڑی حماقت ہے۔

مجھے آخر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مولاناؒ کے درس میں مذکورہ واقعہ آج سے چونتیس پینتیس سال قبل کا واقعہ ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف کے قلم سے روزنامہ "حالات" لاہور میں اتفاق سے وہ لکھا گیا تھا تو اس پر "فاران" اور اس قبیل کے دو ایک دیگر رسائل کو اس قدر لے دے کی کیا مجبوری تھی۔ پھر انہوں نے جو کچھ لکھا، علم و فہم سے بہت دور لکھا جس کی توقع کم از کم فہمیدہ اصحاب سے نہیں ہو سکتی تھی۔ پاکستان میں اسلامی خدمات اور مسلمانوں کی اصلاح کے بڑے شعبے خالی پڑے ہیں۔ اہل علم اور اہل قلم حضرات کو ان شعبوں پر لکھنے اور توجہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

علم میں تھے۔ جب میں اُس حصے پر پہنچا جہاں آپ نے میرا ذکر کر دیا ہے تو اپنے دل ہی دل میں شرمندہ ہوتا رہا۔ مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ مضمون کے پڑھنے والے اور سننے والے نہ جانے میرے بارے میں کتنا اونچا نظریہ قائم کئے ہوئے ہونگے۔ مگر ان کو کیا معلوم کہ مشورہ دینے والا خود اس سعادت سے محروم ہے۔ مجھے اس محرومی کا خیال تو پہلے بھی رہا ہے۔ لیکن اس مضمون کے پڑھنے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسا میں نے اپنی انتہائی عزیز اور بیش قیمت چیز تازہ تازہ کھوئی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ میری اس کمی کو پورا فرمائے۔ آمین۔ اس دور میں صحیح رہنما کا ملنا انتہائی مشکل ہے۔ قاضی زاہد الحسینی صاحب کے وجود نے اور آپ کے مضمون نے مجھے سنجیدگی سے اس بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی دین کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرا تعلق بھی کسی مردِ کامل سے قائم ہو جائے۔ آمین (احقر عمر الدین)۔

آج حضرت مولانا عبید اللہ انور بہ نفس نفیس چوہدری عمر الدین صاحب کے شہر پہنچے اور میں نے دیکھا کہ چوہدری صاحب نے شرف بیعت حاصل کیا۔ میں نے مبارک پیش کی۔ آج مجھے اس طرف رہنمائی کرنے والے میری وجہ سے خود بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی بن گئے۔ کیمبل پور میں دو روحانی دوستوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ ان کے نام صوفی عبد المجید صاحب اور محمد سعید صاحب ہیں۔ تقریباً چار گھنٹے کے مختصر قیام کے بعد ۹ بجے ہم لوگ ریل کار سے پشاور کے لئے روانہ ہوگئے۔ دس بج کر چالیس منٹ پر جب پشاور پہنچے تو سٹیشن پر احباب کا بے پناہ ہجوم تھا۔ نعروں کا ایک پُر جوش منظر تھا۔ بار بار تکبیر کے نعرے گونجے اور پھر جانشین شیخ التفسیر زندہ باد اور انجمن خدام الدین زندہ باد کے ولولہ انگیز نعرے بلند ہوئے۔ سٹیشن سے باہر آکر کاروں اور ٹیکسیوں کا جلوس نکالا گیا۔ اور دونوں طرف پیدل چلنے والوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ کاریں آہستہ رفتار سے چلتی رہیں اور راستہ بھر نعرے گونجتے رہے۔ سرحد کے تمام علمائے کرام نے حضرت کا استقبال کیا۔ جن میں حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب اور مفتی سرحد حضرت مولانا عبد القیوم صاحب پوپلزئی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مسجد یثرب نگری پہنچ کر تھوڑی دیر آرام کیا۔ اور پھر بیعت و اسباق کا سلسلہ جاری رہا۔ دوپہر کے کھانے میں تمام علمائے کرام شریک تھے۔ پشاور کے ایک نیک نفس ٹھیکیدار جناب رحیم بخش صاحب نے دعوت عصرانہ دی۔ اور جملہ خاندان کے جوانوں اور بوڑھوں نے سلسلہ قادریہ راشدیہ میں حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ نماز عصر مسجد سبز پیر میں ادا کی گئی۔ اس مسجد پر ایک نہایت ہی عمدہ شعر کندہ تھا ملاحظہ فرمائیں ؎

اگر در خانہ صد محراب داری
نماز آں بہ کہ در مسجد گزاری

پشاور میں ایک نہایت عالی مرتبہ عالم دین حضرت مولانا عماد الدین انصاری صاحب کا اُسی روز انتقال ہوگیا تھا۔ اور عصر کے بعد حضرت ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوگئے۔ نماز جنازہ میں بڑے بڑے بلند پایہ اور بزرگ علمائے کرام موجود تھے۔ جن میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب بنوری (والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کراچی) مفتی سرحد حضرت مولانا عبد القیوم صاحب پوپلزئی۔ حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب مولانا محمد ایوب صاحب بنوری مہتمم دار العلوم سرحد پشاور۔ مولانا عبد اللطیف صاحب مدرس۔ مولانا زین العابدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ پشاور۔ مولانا عبد الودود صاحب مولانا امین گل صاحب شیخ الحدیث دار العلوم ٹل۔ مولانا محمد امیر صاحب مدرس دار العلوم سرحد۔ مولانا فضل منان صاحب تاجر پشاور۔ اور دیگر اکابر علماء کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی اور چارپائی کو کندھا دیا۔ قبرستان پہنچ کر تدفین کے بعد واپس آئے۔ حضرت مولانا عماد الدین انصاری در اصل شیر کوٹ (انڈیا) کے رہنے والے تھے۔ تعلیم دار العلوم دیوبند میں حاصل کی۔ آپ کا شمار حضرت مولانا محمود حسن سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے ارشد تلامذہ میں ہوتا تھا۔ آپ جمعیتہ انصار کے ابتدائی کارکنوں میں سے تھے۔ اس مناسبت سے اپنے آپ کو انصاری کہتے تھے۔ اور آگے چل کر انہوں نے جب جالندھر میں مستقل رہائش اختیار کی تو اپنے کتب خانہ کا نام بھی کتب خانہ انصاریہ رکھا۔ تقسیم ملک کے بعد پشاور میں انہیں ایک پریس الاٹ ہوا۔ اور انہوں نے یہاں بھی کتب خانہ انصاریہ قائم کر لیا۔ ہم ان کے پسماندگان بالخصوص ان کے فرزند ارجمند مولوی سعید الدین صاحب شیر کوٹی فاضل دیوبند سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت۔

مغرب کی نماز کے بعد پھر بیعت اور تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ دن بھر کی گرمی کا زور توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بارش بھی بھیج دی۔ عشاء کے بعد جامع مسجد گنج علی خاں میں جلسہ منعقد ہوا۔ صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور نے فرمائی۔ حضرت مولانا گل بادشاہ صاحب نے حضرت کا تعارف نہایت عمدہ انداز میں پشتو زبان میں کرایا جس سے ہم بھی کچھ مطلب سمجھتے رہے۔ ناظم جلسہ نے راقم الحروف کا تعارف بھی روحانی امراض کا ہسپتال سے کرایا۔ ناچیز نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات پڑھ کر سنائے۔ اور ایک نظم بعنوان "اپنے مرشد کی یاد میں" پیش کی جو درج ذیل ہے:۔

نائب ختم الرسل تھے حضرت احمد علیؒ
ناشر قرآن و سنت اور اللہ کے ولی
عمر بھر دیتے رہے وہ درس قرآن مجید
ذکر کی مجلس میں دیتے تھے وہ جنت کی نوید
اُن کو حق نے دیدۂ باطن کی دی تھی روشنی
اس لئے اُن کو نجس اور پاک کی پہچان تھی
بھوک سہہ لیتے مگر کھاتے نہ تھے ایسی غذا
ایک ذرہ بھر بھی ہوتا تھا جو اس میں اشتباہ
دین پور سے کچھ لیا اور کچھ لیا امروٹ سے
وہ تصوف تھا یقیناً پاک ہر اک کھوٹ سے
تھے شریعت اور طریقت کے وہ جامع بالیقیں
حق تو یہ ہے اُن کے پائے کا یہاں کوئی نہیں
ایک مدت تک کئے روحانیت کے تذکرے
کر دیئے آباد لاکھوں قلب اپنے فیض سے

. . . .

جب کھڑے ہو کر وہ منبر پر بھی للکارتے
خشیت رب سے تھے اکثر وہ چیخیں مارتے
شیخ تھے تفسیر کے اور انجمن کے تھے امیر
بادشاہ ہوتے ہوئے بھی خود کو کہتے تھے فقیر
بات سچی ہر کسی کو برملا کہتے رہے
ہر طرح کی طعن و تشنیع صبر سے سہتے رہے
ایک پیسہ تک نہیں مانگا کسی سے آپ نے
ہاتھ پھیلایا نہیں اپنا کسی کے سامنے
کی زیارت بارہا حضرت نے حرم پاک کی
ہم سمجھتے ہیں کہ تھی یہ آپ کی خوش قسمتی
سادگی اور انکساری کی تھے وہ زندہ مثال
ہوں گے ایسے اور بھی لیکن یقیناً خال خال
وہ سدا شفقت سے پیش آتے تھے ہر انسان سے
اس لئے تو قدر کرتے ہیں سبھی دل جان سے
آج بھی موجود ہیں اُن کی کتابیں بے شمار
جن کے پڑھنے سے ہوئی جاتی ہے دنیا دیندار
ہر گھڑی تھی فکر ان کو دین کی تعلیم کی

جس کی خاطر وقف کر دی اپنی پوری زندگی
اُن کا مقصد تھا بہت اونچا مگر بے حد عظیم
ساری دنیا کو دکھاتے تھے صراطِ مستقیم
جس جگہ پر حضرتؒ والا رہے جلوہ فگن
جانشین اُن کے انہیں راہوں پر ہیں اب گامزن
پسرِ اکبر درس دیتے ہیں مدینے میں ابھی
ہے صدقہ جاریہ اس پاک ہستی کا سبھی
گونجتی ہے آج تک آوازِ اُس دردیش کی
جس نے ساری زندگی توحید و سنت پیش کی
ہے عقیدت اور محبت مجھ کو بھی اُن سے غنی
جن کے فیضانِ نظر سے زندگی میری بنی

اس کے بعد محترم المقام ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر مدیر خدام الدین نے تقریر فرمائی جو نہایت ہی جامع مگر مختصر تھی۔ لیکن پھر بھی حاضرین کی اکثریت نے استفادہ کیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کی پیاس نہ بجھی۔ کیونکہ وقت کی قلت اور گلے کی خرابی کے باعث ڈاکٹر صاحب کو تقریر ختم کرنا پڑی۔ دو نوجوان ٹیکسلا سے بھی تقریر سننے آئے ہوئے تھے۔ اور وہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے ڈاکٹر صاحب کی پُرمعنی تقریر کی تعریف کی اور حسرت ظاہر کی کہ کاش ڈاکٹر صاحب ابھی تقریر کو جاری رکھتے ڈاکٹر صاحب کی ایک بات قابل ذکر ہے کہ دورانِ تقریر بوندیں گرنا شروع ہو گئیں اور مجمع میں کچھ ہل چل ہونی شروع ہوئی تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ پٹھانوں کے متعلق تو مشہور ہے کہ وہ گولیوں کی بارش میں بھی منتشر نہیں ہوتے اور تم لوگ تو پانی کی بوندوں سے گھبرا گئے۔ اس پر سارا مجمع خاموش بیٹھا رہا بعد میں ایک شخص نے کہا کہ پٹھانوں کی غیرت کو ... آپ نے چیلنج کیا تھا۔ پٹھان اپنی غیرت پر ہر چیز قربان کر دیتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص پھر نہ اٹھا۔

اس کے بعد لاہور کے خطیب خوش بیان حضرت مولانا محمد اجمل صاحب نے نہایت ہی اعلیٰ پیرائے میں تقریر فرمائی جس میں ہر طرح کے مضامین تھے اشعار کی چاشنی سے اور ترنم کی لہروں سے مجمع کو مسحور کرتے رہے۔ بوندیں گرتی رہیں مگر جلسہ جاری رہا۔ حضرت نے دعا فرمائی اور جلسہ برخاست ہوا۔ انجمن تبلیغ قرآن و سنت پشاور میں تقریباً نو دس سال سے دینی حلقہ کی تبلیغی سرگرمیاں سرانجام دے رہی ہے۔ انجمن کی جانب سے ہر شب ہفتہ عشاء کی نماز کے بعد درس قرآن حکیم اور درس حدیث نبی کریم ہوتا ہے۔ اسی طرح عشرہ محرم اور ربیع الاول میں مکمل دس اور بارہ روز تبلیغی اجتماع ہوتے ہیں۔ جن میں نہایت سادہ طریقہ سے مقامی اور بیرونی علما تشریف لاکر دین اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اس سال حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب۔ مولانا محمد اجمل صاحب۔ مولانا ڈاکٹر مناظر حسین نظر۔ مولانا قاسمی صاحب۔ مولانا منظور الحق صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب نے شرکت فرمائی۔

اگلی صبح کو جامع مسجد قاسم علی خاں میں درس قرآن منعقد ہوا۔ بعد میں وارسک ڈیم کے لئے ایک موٹر سائیکل، ایک جیپ ایک کار اور ایک بس میں جلوس کی شکل میں بہت سے حضرات گئے اور پشاور کی شاہراہوں پر علمائے حق زندہ باد۔ دارالعلوم دیوبند زندہ باد۔ جانشین شیخ التفسیر زندہ باد۔ انجمن تبلیغ قرآن و سنت زندہ باد اور انجمن خدام الدین زندہ باد کے نعرے گونجتے رہے۔ راستہ میں دارالعلوم حمایت اسلام غلجی کنڈر خیل کے مہتمم حضرت مولانا قمر جان صاحب نے سینکڑوں خدام دیوبند اور طلبا کے ساتھ حضرت کا استقبال کیا۔ دعا کرکے رخصت ہوئے اور وارسک کالونی پہنچے۔ محمد عارف صدیقی صاحب اور کرم الٰہی صاحب نے حضرت کا استقبال کیا۔ وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ محمد عارف صدیقی صاحب نے حضرت کی خدمت میں اپنا بچہ عرفان پیش کرکے فرمایا کہ خدام الدین میں ایک بچے کا نام عرفان شائع ہوا ہے۔ جس کے لئے آپ نے حافظ بننے کی دعا فرمائی ہے۔ اور یہ بچہ بھی عرفان ہے اس کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ راقم الحروف پکار اٹھا "حضرت! اس بچے کا نام بھی ناچیز نے رکھا تھا" یہ سنتے ہی محمد عارف صدیقی صاحب ناچیز سے لپٹ گئے۔ اور پندرہ سالہ پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ حضرت مسکرا کر یہ منظر دیکھتے رہے۔ محمد عارف صدیقی صاحب کی ایک ننھی سی بچی تسنیم کوثر نے سورۃ بقر کا ایک رکوع سنایا۔ اور حضرت نے خوش ہو کر دس روپے محمد عارف صدیقی صاحب کے تینوں بچوں کو عطا فرمائے۔ جب ہم وارسک ڈیم کے رپشن روم Reciption Room میں پہنچے تو وہاں میر عبد الغفار صاحب کی میز پر خدام الدین کا تازہ شمارہ پڑا نظر آیا۔ طبیعت خوش ہوئی کہ جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی اللہ کا پیغام پہنچ رہا ہے۔ واپسی پر پشاور کے ایک نواحی گاؤں احمد خیل میں مولانا سید امام شاہ صاحب کے مدرسہ دارالعلوم صدیقیہ میں گئے۔ حضرت شیخ التفسیرؒ نے مولانا امام شاہ صاحب کو دعا دی تھی کہ آپ اپنے خلوص کی بنا پر اس کام کو شروع کر دیں۔ اللہ مدد کرے گا۔ مولانا امام شاہ کا بیان ہے کہ نہ کوئی چندہ کی امید تھی نہ ہی کوئی وسیلہ تھا۔ مگر الحمد للہ آج یہ بہت بڑا مرکز بن چکا ہے۔ مولانا موصوف نے دوپہر کا کھانا بھی کھلایا۔ اور پھر سارے گاؤں کے مرد عورتیں حضرت کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے۔ لوگوں کی زبان پشتو تھی اس لئے ترجمانی کے فرائض مولانا گل بادشاہ صاحب نے انجام دیئے تقریباً نوے مرد و زن نے بیعت کی اور چادروں سے چادریں باندھ کر کپڑے کو لمبا کیا گیا۔ پشاور میں جہاں اور بہت سے پڑھے لکھے لوگوں سے ملاقات ہوئی وہاں جناب عبد الحنان صاحب اورینٹل ٹیچر جناب گلزار احمد صاحب اور جناب سید یوسف صاحب بی۔ ایس۔ سی سائنس ٹیچر سے بھی شرف ملاقات ہوا۔ پشاور شہر کی دیواروں پر ایک اشتہار بھی بار بار نظر پڑا۔ جس پر موٹی سرخی تھی "انتشار کو روکئے" اس اشتہار کے چند جملے ملاحظہ ہوں ـــــ "قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ مولوی بصارت رکھتے ہیں۔ مگر اکثر باطن کے اندھے ہوتے ہیں۔ بصیرت اہل اللہ کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے۔ ورنہ روحانی طور پر بیمار رہتے ہیں۔ یعنی طمع۔ حرص۔ ریا۔ عجب۔ خود بینی۔ حسد یہ بیماریاں ان میں رہتی ہیں۔ ان ہی روحانی امراض میں مبتلا بعض واعظین کرام اپنے آپ کو سچا مسلمان ثابت کرنے کی غرض سے نور و بشر۔ حاضر و ناظر علم غیب۔ اور مختارِ کل۔ قسم کے مسائل کی آڑ میں دوسرے علمائے کرام پر کیچڑ اُچھالتے رہتے ہیں۔ جب دوسری طرف سے دفاع کے طور پر جواب دیا جاتا ہے۔ تو سازشیں شروع کر دیتے ہیں۔ اوکاڑہ کی مسجد کے واقعہ کی طرح شقاوتِ قلبی۔ درندگی۔ بہیمیت کی بے نظیر مثالیں پیش کرتے ہوئے خانہ خدا کو مقتل میں تبدیل کرکے خون مسلم کی ارزانی کا سامان مہیا کرتے ہیں" اس سے پشاور کے مسلمانوں کا دینی شعور زندہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

۲ر جون ظہر کی نماز کے بعد حضرت پشاور

سے نوشہرہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ عصر کی نماز جامع مسجد میں ادا کی اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محترم المقام برادر مکرم الحاج احمد عبد الرحمٰن صاحب صدیقی گرامی قدر محمد یعقوب صاحب قاسمی۔ جناب محمد بشیر صاحب اور محترم حافظ محمد شریف صاحب سے مل کر طبیعت کو بے حد سکون ملا۔ حاجی احمد عبد الرحمٰن صدیقی صاحب کی ملاقات کا تو بے حد اشتیاق تھا۔ سو اللہ نے پورا کر دیا۔

ان کے گھر گئے تو در و دیوار سے حضرت مولانا احمد علیؒ کا اسم گرامی ہی نظر پڑتا تھا کئی سپاسنامے اور قطعات آویزاں تھے۔ حضرتؒ کی دیدہ زیب تحریر بھی ایک فریم میں لگی ہوئی تھی۔ احمد عبد الرحمٰن صاحب کو دین سے اس قدر شغف ہے کہ مسائل کو ایک رجسٹر میں جمع کرتے جا رہے ہیں۔ ان کے اس کام کو دیکھ کر اپنی ساری تعلیم ہیچ نظر آنے لگی۔ مجھے انہوں نے حضرتؒ کے مکتوبات کی چند فوٹو سٹیٹ کاپیاں (PHOTOSTAT COPIES) بھی تحفۃً دیں جو میرے لئے ایک بیش قیمت سرمایہ ہے۔ عشا کی نماز کے بعد مجلس ذکر کا انعقاد ہوتا تھا۔ حاجی عبد الرحمٰن صاحب نے اعلان فرما کر ناچیز کا تعارف "روحانی امراض کا ہسپتال" کے حوالے سے کرایا اور پھر ناچیز نے حضرتؒ کے چند ارشادات پڑھ کر سنائے اور مجلس ذکر کی حرمت کا منظوم ترجمہ سنایا۔ اشعار حسب ذیل تھے:۔

جس مجلس میں ہو ذکر خدا واں رنگ نرالا ہوتا ہے
اک نور کی چادر تنتی ہے ہر سمت اجالا ہوتا ہے
جب مل کر اللہ کے بندے سب اللہ اللہ کرتے ہیں
بخشش کے تمغے ملتے ہیں سب اپنی جھولیاں بھرتے ہیں
آتی ہیں ملائک کی فوجیں لے لیتی ہیں سب کو گھیرے میں
پھر شمع گل ہو جاتی ہے ہوتا ہے ذکر اندھیرے میں
ہے علم خدا کو ہر شے کا شک اس میں نہیں ہے رتی بھر
کہتا ہے فرشتوں سے اللہ آئے ہو کہاں سے تم ہو کر؟
کہتے ہیں فرشتے اے اللہ! ہم ذکر کی مجلس میں بیٹھے
کچھ لوگ جمع تھے مجلس میں ڈرتے تھے تجھ سے بن دیکھے

خدا

کس چیز کی خواہش کرتے تھے اے میرے فرشتو بتلاؤ
کس چیز سے نفرت تھی اُن کو یہ بھی تم مجھ کو بتلاؤ؟

فرشتے

اے خالق کل تھے بخشش کے متلاشی وہ عاجز بندے
تھی فکر انہیں بس عقبیٰ کی بیٹھے تھے چھوڑ کے سب دھندے
دوزخ سے نفرت کرتے تھے اور تھے بے حد لرزاں ترساں
کرتے تھے دعائیں رو رو کر تھے تیری جنت کے خواہاں

★

خدا

کیا اُنہوں نے جنت دیکھی ہے جو اتنی خواہش کرتے ہیں
کیا انہوں نے دوزخ دیکھی ہے جو اتنا اس سے ڈرتے ہیں

فرشتے

اے مولا انہوں نے دونوں کو آنکھوں سے نہیں بالکل دیکھا
فرمان تیرے جو پہنچے ہیں انکو ان سب نے حق جانا

خدا

گر آنکھوں سے وہ جنت کا اک بار جو نظارہ کرتے
بتلاؤ فرشتو وہ بندے پھر اس کی نسبت کیا کرتے؟

فرشتے

اے مولا تیری جنت کی بڑھ چڑھ کے تمنا وہ کرتے
گر جیتے تو جنت کے لئے اور اُس کی ہی خاطر مرتے

خدا

گر آتش دوزخ کے شعلے اک بار وہ آنکھوں سے دیکھیں
بتلاؤ فرشتو مجھ کو ذرا کیا چیز وہ مجھ سے طلب کریں؟

فرشتے

اے مولا پھر تو اور بھی وہ رو رو کے کریں یہ تجھ سے دعا
اس دوزخ کے شعلوں سے بچا۔ اس دوزخ کے شعلوں سے بچا

خدا

اے میرے فرشتو سن لو پھر تم سب کو میں کرتا ہوں گواہ
وہ سارے دوزخ سے چھوٹے اُن سب کو میں نے بخش دیا

فرشتے

ایک ایسا شخص بھی تھا یا رب جو ذکر میں تو شامل نہ تھا
کچھ کام پڑا تھا اُس کو اور وہ مجلس میں آ بیٹھا تھا

خدا

جو ذکر کی مجلس میں آیا محروم نہ ہرگز جائے گا
اے میرے فرشتو سن لو تم وہ شخص بھی بخشا جائیگا

★

حضرت نے مجلس ذکر کرائی۔ ذکر میں ایسا لطف آیا کہ بیان سے باہر ہے۔ جب ساری مسجد گونجتی تھی تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مجلس ذکر کی تقریر علیحدہ قلمبند کر لی گئی ہے۔ جو خدام الدین میں آئندہ کسی شمارے میں چھپ جائے گی۔ اس کے بعد ڈاکٹر مناظر حسین نظر صاحب ایڈیٹر خدام الدین نے ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ اگرچہ مسلسل سفر اور تقاریر کی وجہ سے اُن کا گلا بیٹھا ہوا تھا۔ مگر خدا نے توفیق دی اور پونے دو گھنٹے بیان فرمایا۔ تقریر کیا تھی موتی رولتے تھے۔ کیوں نہ ہوتا آخر حضرت مولانا احمد علیؒ کا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کو محض ایڈیٹر اور قلمکار ہی سمجھتے تھے مگر ماشاء اللہ وہ تو ایک بلند پایہ مقرر بھی ہیں۔ موضوع بھی لطف ہے کہ تین دے دیئے گئے۔ اور انہوں نے نبھا دیئے میں بھی خوب لطف پیدا کر دیا۔ توحید پر بھی بولے۔ شہادت کربلا پر بھی روشنی ڈالی اور پھر تزکیہ نفس پر بھی بے حد کارآمد باتیں سنائیں اور تقریر کے آخیر میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت جابرؓ کے بارے میں بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر معجزات کی احادیث کے راوی حضرت جابرؓ تھے۔ چنانچہ ۱۳ سو سال گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جابرؓ اور حضرت حذیفہؓ کے اجسام کو دنیا کے لئے معجزہ کر کے دکھا دیا حضرت جابرؓ اور حضرت حذیفہؓ عراق کے بادشاہ کو خواب میں ملے اور کہا کہ ہمارے جسم بھیگ رہے ہیں۔ بادشاہ نے کوئی کارروائی نہ کی۔ دوسرے روز پھر خواب میں آئے اور کہا کہ ہمارے کفن بھیگ رہے ہیں۔ علمائے وقت سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ان حضرات کی قبریں کھلوا کے دیکھو۔ چنانچہ قبریں کھولی گئیں۔ تو دو نو حضرات کے اجسام بالکل محفوظ تھے۔ اور پانی کے اثر سے دونو کے کفن بھر بھرے ہو گئے تھے۔ جنہوں نے زندگی بھر معجزات کی روایات بیان کیں اُن کی قبروں سے اُن کے اجسام نکلوا کر اللہ نے معجزہ ظاہر فرما دیا۔ اسی طرح امام بخاریؒ نے حدیث کی جو خدمت کی اور صحیح بخاری مرتب کی جس کا درجہ قرآن کے بعد ہے تو اُن کی وفات کے بعد اُن کی قبر سے بھی خوشبوئے جنت آئی۔ یہ دو واقعات بیان کر کے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ کہ اسی طرح حضرت شیخ التفسیر زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا سنا کر لوگوں کو چیلنج کرتے تھے کہ اگر نیک اعمال کر کے دنیا سے گئے تو قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے گی چنانچہ حضرتؒ کی وفات کے بعد اُن کی قبر سے خوشبو ظاہر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا پر واضح کر دیا کہ واقعی ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

فرمایا کہ میں نے کسی دوست سے تھوڑی سی مٹی لے کر رومال میں باندھی اور جس جیب میں وہ رومال رکھا تھا اس جیب میں خوشبو بس گئی۔ اور نو مرتبہ قمیص دھلوائی تو بھی خوشبو برابر آتی رہی۔ سبحان اللہ۔ جلسہ کے شروع ہونے سے قبل میں نے ڈاکٹر صاحب سے تزکیہ نفس کے موضوع پر تقریر کرنے کو کہا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا کہ پھر خدا جانے کب ملاقات ہو اس لئے آج ایک تقریر ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ابھی سے تعلق توڑنے لگے ہو ہم تو دور تک چلنے کا عزم کر چکے ہیں انشاء اللہ جنت میں بھی اکٹھے ہی ہونگے۔

۳۔ جون کی صبح کو حضرت ایک بستی زیارت کاکا صاحب تشریف لے گئے۔ یہاں اُن کے استاد حضرت مولانا عبد الحق نافع گل صاحب رہتے ہیں

ایک پُرجلال ہستی۔ بارعب چہرہ۔ مجاہدانہ اطوار اور درویشانہ لباس۔ حضرت نے بکمال ادب و تعظیم اپنے مشفق استاد سے ملاقات کی۔ یہ بزرگ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردِ رشید اور حضرت مدنیؒ کے خاص معتمدین میں سے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے سابق مدرس درجہ اعلیٰ بھی تھے فرمانے لگے پروگرام بنانے والے تو ہر گھنٹہ اور منٹ کا پروگرام بنا دیتے ہیں۔ ہمارے تعلقات کا ان کو کیا علم۔ ہمارا خیال تو تھا کہ تم یہاں آتے اور بے تکلف رہتے۔ اب تمہارے ساتھ یہ کئی لوگ ہیں۔ کہتے ہونگے ہمارے پیر سے کس طرح باتیں کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ۱۹۴۶ء میں مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نے کراچی میں مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ لڑکا عبید اللہ انور ذہین بھی ہے اور مخلص بھی۔ جو ذہین ہو وہ مخلص نہیں ہوتا۔ اور جو مخلص ہو وہ ذہین نہیں ہوتا۔ مگر خدا کی شان کہ اس میں دونوں صفات ہیں پھر فرمانے لگے! دیکھنا یہ لوگ تم کو تمہارے بزرگوں یعنی حضرت مدنیؒ اور تمہارے والدِ محترم حضرت مولانا احمد علیؒ کے طریق سے ہٹا نہ دیں۔ تکلفات وغیرہ میں نہ پڑنا۔ یہ باتیں سُن سُن کر حضرت مولانا انور صاحب نہایت ادب سے جھک جھک کر آداب بجا لاتے اور اپنے استادِ گرامی کو یقین دلاتے کہ اُن کی نصیحت پر عمل کرینگے۔ پھر فرمانے لگے کہ اس علاقہ میں تو ہمیں کوئی پڑھا لکھا بھی تسلیم نہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسا مولوی ہے نہ بولتا ہے نہ کچھ کرتا ہے۔ ہاں اب تو کچھ کچھ اتنی حد تک ضرور ماننے لگے ہیں کہ پڑھا لکھا ہے۔ اس پر حضرت مولانا انور نے فرمایا کہ بعض لوگوں کے پاس ایک چھٹانک علم ہوتا ہے۔ اور وہ دو سیر ظاہر کرتے ہیں۔ بعض کے پاس دو سیر علم ہوتا ہے۔ مگر وہ ایک چھٹانک بھی ظاہر نہیں کرتے۔ بزرگ موصوف دوسرے زمرے میں آتے ہیں۔ پھر فرمایا اس علاقہ میں دو بزرگ ہیں۔ دونوں کا نام عبد الحق ہے اور دونوں میرے استاد ہیں۔ ایک تو یہی بزرگ حضرت مولانا عبد الحق نافع گل صاحب ان سے میں نے ہدایہ اولین پڑھی ہے۔ اور دوسرے بزرگ اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہیں۔ یہ بھی میرے استاد ہیں ان سے میں نے طحاوی شریف پڑھی ہے۔ اس کے بعد حضرت اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے۔ اور اپنے دوسرے استاد سے ملاقات ہوئی۔ دارالعلوم دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ جنگل میں منگل بنا ہوا ہے۔ حضرت مولانا عبد الحق صاحب کے اخلاص کا پھل اُن کی زندگی میں مل رہا ہے۔ اللہ کی رحمتیں برس رہی ہیں۔ اب تک پانچ سو طلبا اس یونیورسٹی سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جو طلبا یہاں سے فارغ ہو جاتے ہیں تو پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تکمیل کے لئے لاہور چلے جاتے تھے حضرت نے فرمایا تھا کہ دیوبند کی درسگاہ ہندوستان میں رہ گئی۔ اور میں پریشان تھا کہ اب پاکستان میں کیا ہوگا اور طلبا کہاں سے فارغ التحصیل ہو کر آئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضرت مولانا عبد الحق صاحب کے زیرِ اہتمام اکوڑہ خٹک میں دارالعلوم حقانیہ وجود میں آیا۔ اب یہاں سے طلبا لاہور دورۂ تفسیر کے لئے بھیجنے لگے۔ اور حضرتؒ کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہاں پر طلبہ کی کثیر تعداد کابل قندھار۔ ترکستان وغیرہ سرحدات کے علاقوں سے آتی ہے۔ خدا تعالےٰ حضرتؒ کا یہ فیض جاری رکھے اور علوم دینیہ کے چشمے اُبلتے رہیں۔ چار سو طلبا درجہ عربی میں پانچ سو بچے شعبہ تعلیم القرآن میں مصروف تعلیم ہیں۔ شعبۂ تعلیم کے علاوہ شعبۂ افتاء۔ شعبۂ تصنیف اشاعت۔ شعبۂ حفظ۔ شعبۂ خط۔ شعبۂ تجوید۔ اور دیگر دینی شعبہ جات مصروفِ کار ہیں۔ جن پر سالانہ تخمیناً ایک لاکھ روپیہ خرچ آتا ہے۔ تعمیرات کا سلسلہ بھی وسیع پیمانے پر شروع ہے۔ اس وقت ایک شاندار مسجد اور دارالاقامہ کی تعمیر جاری ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل پر لاکھوں روپے کی لاگت کا اندازہ ہے۔ مسجد میں ۵۰۰ نمازیوں کی جگہ ہے۔ اس وقت تک ۷۵۰۰۰ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں چار ہزار نادر کتب کا ذخیرہ ہے۔ مسجد کے بلند مینار پر چڑھے تو خوشحال خان خٹک مرحوم کا مزار دکھائی دیا۔ یہ مزار جی۔ ٹی روڈ سے کافی فاصلہ پر ہے۔ پہاڑوں میں واقع ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ خوشحال خان خٹک نے وصیت کی تھی کہ میری قبر اس جگہ بنانا جہاں مغلوں کے گھوڑوں کے سموں کی ٹاپ سنائی نہ دے۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے جہاد بھی کیا تھا۔ دارالعلوم کے تمام شعبہ جات دیکھنے کے بعد حضرت نے رجسٹر میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی۔

"دارالعلوم حقانیہ میں آج دوسری مرتبہ حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مخدومی و مخدوم العلماء حضرت مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم و شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ و طلبا وغیرہ سے مل کر از حد مسرت ہوئی۔ آج سے چھ سال قبل حضرت شیخ التفسیرؒ نے لاہور میں اپنے خطبہ جمعہ کے درمیان بجا طور پر ارشاد فرمایا تھا "کہ مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی خدمت جو ایک عالمِ دین حضرت مولانا عبد الحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے کیا آپ سب مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، اتنی کی ہے؟ حالانکہ آپ نے مملکت پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے۔ کیا جمہوریہ اسلامیہ پاکستان میں اسلام کی حفظ و بقا کے سلسلہ میں علماء کرام کا سر بلند نہیں ہے۔ اور کیا انہی حضرات کی بدولت اسلام کا نور سارے پاکستان میں زندہ و تابندہ نہیں ہے"۔ میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ اس مرکزِ اسلام کو تا قیامِ قیامت خدمت کتاب و سنت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

آمین یا الٰہ العٰلمین

راقم آثم

احقر عبید اللہ انور

یوم عاشورہ ۱۳۸۳ھ۔ ۳ جون ۱۹۶۳ء

دورانِ گفتگو معلوم ہوا کہ اس دارالعلوم کے لئے حضرت شیخ التفسیرؒ نے ایک مرتبہ خاموشی سے دو ہزار روپیہ بھجوایا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے دار الحدیث کے وسیع ہال میں طلباء اساتذہ سے خطاب کرنا تھا۔ تلاوت کلامِ پاک کے بعد محترم جناب شبیر علی شاہ صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ نے عربی میں ایک سپاسنامہ پیش کیا اور پھر حضرت نے نہایت جامع خطاب فرمایا۔ اس خطاب کو ناچیز نے قلمبند کرایا ہے۔ اور کسی آئندہ اشاعت میں ہدیۂ قارئین کرام ہو گا۔ اپنے استادِ مربی سے رخصت ہو کر پھر عصر کے وقت نوشہرہ پہنچے۔ مولانا سمیع الحق صاحب خلف الرشید حضرت مولانا عبد الحق صاحب بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں انہوں نے ایک جملہ بولا جو میں نے لکھ لیا اور اس مضمون میں شامل کرتا ہوں۔ فرمایا "خدام الدین ایک زندہ شیخ کی حیثیت سے ہر ہفتہ لوگوں کے گھروں میں پہنچ جاتا ہے۔ علماء کی اولاد بھی ماشاء اللہ ایسی ہی ہونی چاہئے۔ عصر کے بعد پھر سلسلہ بیعت شروع ہوا۔ اور مغرب تک جاری رہا۔ اب ہماری روانگی کا وقت قریب آ رہا ہے۔ اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔ میرے دل کی حالت دگرگوں ہوتی جا رہی تھی ایسے محسوس ہوتا تھا کہ ایک سمندر سے مچھلی کو نکال کر دور خشکی پر پھینک دیا جائے گا ؎

دیکھے ہیں میں نے ایسے بھی کچھ اس سفر میں لوگ
دنیا کے مخمصوں سے جو رہتے ہیں دور دور
جی چاہتا تھا اُن سبھی ہاتھوں کو چوم لوں
جن پر خدا کے ذکر کا پھیلا ہوا تھا نور

کھانا کھانے کے لئے حاجی احمد عبد الرحمٰن صاحب صدیقی کے ہاں گئے۔ تو محترم دوست محمد یعقوب نے ایک چھوٹا سا کاغذ نکال کر مجھے

بچوں کا صفحہ

ناقابلِ فراموش

بوڑھی ماں نے کہا بیٹا! اس بڑھاپے میں تم مجھے حرام خون کی آمیزش سے بچاؤ

ذیل میں ایک بوڑھی ماں کا واقعہ دیا جا رہا ہے جو اس کے اپنے گھر میں پیش آیا اور جس نے اس خاندان کی نہ صرف اصلاح کی بلکہ اس خاندان کو بہت سے جاننے والوں کے سامنے ضرب المثل بھی بنا دیا۔

یہ واقعہ ایک بوڑھی بیوہ خاتون کا ہے۔ جو اپنے لڑکے اور بہو کے ساتھ رہتی تھی۔ اور پھر بیوہ اور غریب ماں کی' آپ جانتے ہی ہیں کہ ہمارے خاندانوں میں کتنی کمزور اور بے بسی کی حیثیت ہوتی ہے' خدا یہ بیوگی اور بے بسی کسی پر نہ ڈالے۔ مگر جس پر یہ وقت آ پڑتا ہے اس بیچاری کو اپنے وقار کو بچانے کے لئے بڑی خاموش زندگی گزارنا ہوتی ہے اور ایک طرح سے وہ ایک ایک گھڑی اس طرح گزارتی ہے جیسے وہ کانٹوں کے بیچ میں آ گھری ہو، یا جیسے اسے ریل کی پٹڑی پر چلنا پڑ رہا ہو۔

خاتون کے صاحبزادے اس وقت پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل تھے جو بعد میں سب انسپکٹر اور پھر شاید انسپکٹری سے ریٹائر ہوئے۔ یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت شہر میں دو قسم کے پولیس اسٹیشن ہوا کرتے تھے۔ ایک تھانہ کہلاتا تھا اور دوسرا چوکی۔ تھانہ کے انچارج سب انسپکٹر ہوتے تھے اور چوکی کا چارج ہیڈ کانسٹبل کے سپرد تھا۔

اس چوکی کے دائرہ میں چُنگی کا ایک ناکہ بھی آتا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ہیڈ کانسٹبل صاحب تازہ تازہ بدل کر یہاں آئے تھے۔ صبح کا وقت تھا اور ہیڈ کانسٹبل صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ میں ان خاتون کے گھر مہمان گیا ہوا تھا۔ اتنے میں باہر سے کسی نے دستک دی' معلوم ہوا کہ باہر ایک سپاہی کھڑا ہے۔ اس کے ساتھ ایک مزدور اور گولہ دار کا آدمی بھی، مزدور کے سر پر کوئی دو من وزن کا ایک بورا پیاز کا لدا ہوا تھا۔ گولہ دار کے آدمی نے کہا کہ اس کے آقا نے ہیڈ صاحب کے استعمال کے لئے رمضان کے تحفے کے طور پر یہ پیاز بھیجی ہے۔

ان بوڑھی خاتون کے کان میں بھی اس بات کی بھنک پڑ گئی کہ اس طرح گھر میں پیاز آئی ہے۔ دوپہر کو وہ جب ظہر کی نماز کے لئے جا نماز پر بیٹھیں تو دیر تک روتی رہیں اور دعائیں مانگتی رہیں۔ جانماز سے اُٹھ کر بہو سے کہا۔ کہ میرا کھانا آج سے الگ پکے گا، میں خود بازار سے منگوا کر پکاؤں گی۔ چنانچہ اپنے لئے انہوں نے بازار سے سامان منگوایا اور پکایا۔

رمضان کی رات نماز تراویح کے بعد بڑی سنسان ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن پورے گھر نے وہ رات جاگتے گزاری۔ ماں نے مصلے نہیں چھوڑا اور بیٹے اور بہو نے بات چیت اور بحث و مباحثہ ترک نہیں کیا۔ صبح تک شاید ماں کی دعاؤں نے میدان جیت لیا تھا، بیٹے نے صبح کی نماز خشوع و خضوع کیساتھ ادا کی۔ نماز ادا کر کے باہر گیا اور مزدور لایا اور پیاز کے بورے کو لدوا کر گولہ دار کے گھر پہنچا دیا۔ پھر آ کر ماں کو سلام کیا اور اس کی گود میں سر دے کر سسکیاں لینے لگا۔

بیوہ ماں نے بیٹے کے آنسو پونچھے اس کی بلائیں لیں اور کہا کہ بیٹا! میں نے حرام خون سے تم سب بچوں کو بچانے کی کوشش کی ہے اب اس بڑھاپے میں تم سے صرف یہی چاہتی ہوں کہ تم مجھے حرام خون کی آمیزش سے بچاؤ۔ نیک اور خدا ترس ماں کے لائق بیٹے نے اس عہد کو آخر دم تک نبھایا۔ اب وہ ماں اور بیٹا دونوں ہی قبر کی آغوش میں پہنچ چکے ہیں لیکن ان کا یہ واقعہ میرے محلے کے ایک ایک شخص کو یاد ہے اور جب یاد آ جاتی ہے۔ تو ہندو اور مسلمان سب ہی ان دونوں کے بیٹوں کے لئے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ (رضوان، لکھنؤ)

باادب بیٹا

حضرت بایزید بسطامیؒ بہت بڑے ولی اللہ گزرے ہیں وہ اپنی ماں کے نہایت تابعدار تھے شہر بسطام کے رہنے والے تھے مدتوں مکے اور مدینے میں رہے۔ اور وہاں سے کبھی واپس نہ آتے مگر ماں کا خیال ان کو گھر واپس لایا۔ وُہ کہا کرتے تھے جس کام کو میں سارے کاموں سے پیچھے سمجھتا تھا وُہ سب سے پہلے نکلا۔ اور وہ ماں کی خوشنودی تھی۔ اور فرمایا جو چیز میں ریاضت اور مجاہد میں تلاش کرتا تھا۔ اور اس کے لئے سفر کرتا تھا یعنی ولایت۔ وہ ماں کی خدمت میں ملی۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت بایزیدؒ کی ماں نے ان سے پانی مانگا۔ وُہ پانی لینے گئے۔ دیکھا تو ٹھلیا میں پانی نہ تھا۔ نہر پر گئے۔ پانی لے کر واپس آئے تو ان کی ماں کی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے ادب کے لحاظ سے ماں کو نہ اٹھایا۔ اور پانی کا آب خورہ لئے کھڑے رہے۔ جاڑا شدّت کا تھا۔ حتّٰی کہ آبخورے کا پانی ان کے ہاتھوں کے اندر ہی جم گیا۔ جب وہ جاگیں تو پانی پیا اور دعا دی۔ ایک بار ان کی ماں نے حکم دیا۔ کہ کواڑ کھول دے اتنا کہا اور سو گئیں۔ حضرت بایزیدؒ نے کواڑوں کے پاس کھڑے کھڑے اس تذبذب میں صبح کر دی کہ دایاں کواڑ کھولوں یا بایاں۔ ایسا نہ ہو کہ وُہ جس کواڑ کو کھلوانا چاہتی تھیں میں اس کو چھوڑ کر دوسرا کھول دوں۔ حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ جب اسی حالت میں مجھے صبح ہو گئی تو جس چیز کی مجھے تلاش تھی وہ دروازے سے میرے سامنے آئی*

* اور میں مالامال ہو گیا۔

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین - لاہور
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء